تحقیق الحق
۱۰۷۱
۱۵۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ المجتبین الطیبین الطاہرین المکرمین ط

اما بعد فقیر حقیر احمد حسن نانوتوی جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ رسالہ ہذا کی تالیف سے احقر کا مقصود کسی پر حملہ یا دل آزاری نہیں۔ بلکہ دین حق کی اشاعت مقصود ہے۔ اس لیئے اپنی چودہ سالہ تحقیق کو قلمبند کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اگر قدردانی کریں تو احسان ہے۔

احقر خانہ اسلام میں تولد ہوا۔ اور آغوش حنفیہ میں پرورش پائی۔ مگر خانہ اسلام میں تہتر باب نظر آئے اسلیئے نہایت پریشان ہوا۔ اور سوچا کہ یا الٰہی کیا کروں۔ کدہر جاؤں۔ آخر کار بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا کہکر اپنی ٹوٹی پھوٹی کشتی کو بحر تحقیق میں چھوڑ دیا۔ اور اس فرمودہ نبوی کو مدنظر رکھکر کہ میری امت کے تہتر فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔ باقی سب ناری۔ جملہ مذاہب کو جو اہل سنت کی شاخ ہیں۔ مثلاً حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ مالکی۔ اہلحدیث۔ قادیانی۔ صوفی۔ وغیرہ خوب دیکھے۔ بھالے۔ مگر تسکین قلب نہ ہوئی۔ بلکہ جملہ مذاہب کے اختلافات تو باعث وحشت کا باعث ثابت ہوئے۔ مگر اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کتب اہلسنت ہی سے ایسی دستیاب ہوئیں کہ جن سے مذہب امامیہ کی تائید ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر مذہب امامیہ کو جو جملہ مذاہب میں نہایت حقیر سمجھا جاتا ہے۔ کتب اہلسنت ہی سے انتخاب کرنا شروع کیا۔ اور جسقدر احقر کی کشتی امید لب ساحل کی طرف بڑھتی گئی اسی قدر پژمردہ دل سیر آب ہوتا گیا۔

اوران ہی ایام میں احقر کو حسن اتفاق سے امرتسر - لاہور - ہوشیار پور - دہلی - آگرہ اجمیر - بمبئی - بھوپال - کانپور - لکھنؤ - الہ آباد - دیوبند وغیرہ کا سفر درپیش ہوا - اکثر کتب خانوں کی سیر بھی کی اور کچھ ذخیرہ بھی جمع کیا - اگرچہ اس کار خیر میں احقر کو اکثر دینوی موانع بھی پیش آئے - اور اس کار خیر میں مزاحمت کرنے والوں نے اپنی طینت کی خوبی کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا - کہ بجائے اس کے کہ کوئی طالب حق شریک ہو کر احقر کا ہاتھ بٹا کر داخل حسنات ہوتا - اپنی مخالفت سے میرے دلکو دکھاتا تھا - مگر مجھے اپنے کام سے کام تھا - نہ کسی کی مخالفت کی پرواہ تھی اور نہ اپنی کم استعدادی کا مطلق خیال تھا - البتہ اگر خیال تھا تو یہ تھا - کہ مسلمانوں کے دین کی تباہی دیکھ دیکھ کر قلب دکھا کرتا تھا - اور اسکے علاج کی فکر میں رہتا تھا - اور زیادہ فکر کیوجہ یہ تھی کہ تمامتر میری قوم لاعلمی کیوجہ سے عقائد باطلہ اور خصائل ذمیلہ میں مبتلا ہو کر صرف دین حق کی خوبیوں سے محروم ہی نہیں بلکہ اُن سے اکثر اقوال و افعال کفر تک سرزد ہو رہے ہیں - کہ جس سے اُن کا دین تباہ اور زندگی بے لطف و بدمزہ ہو رہی ہے - پس فلاح دارین سمجھ کر رسالہ ہذا مسمی بہ **تحقیق الحق** قران واحادیث و دیگر اقوال بزرگان دین اہلسنت سے بامداد خدائے عزوجل اخذ کر کے ناظرین سے ملتجی ہوں - کہ اگر تعصب اور سخن پروری کو بالائے طاق رکھ کر حسن عقیدت کے ساتھ نظر انصاف سے بغرض تحقیق حق دیکھا جائے تو ناظرین کو اپنی رائے قایم کرنے کا موقع بخوبی مل سکتا ہے -

واضح ہو کہ آئمہ اہلبیت نبوی میں جس جلیل الشان اسلامی پیشوا کا یہ فوٹو لیا جاتا ہے وہ صرف اسلامی آسمان کا آفتاب ہی نہیں بلکہ ہر طبقہ میں سر آمد نظر آتے ہیں - مجمع سلاطین میں شہنشاہ فصحا بلغا میں یکتا - ہر علم و فضل میں پروفیسر شجاعت میں شہسوار - سخاوت میں بے مثال - صبر و توکل میں لاثانی - غرضکہ وہ اعجاز و کمالات آپ

کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں۔ کہ جو آجتک ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی ذات میں ایسا جامع صفات حسینہ بزرگ شخص بعد پیغمبر ذوالجلال جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی جملہ صفات کو دیکھکر نصیریہ نے آپ کو خدا جانا۔ اور صوفیہ نے خدا جانے کیا جانا۔ سچ ہے

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے، نبی جانے یا خدا جانے

حمد ذوالجلال

حمد و ثنا کے قابل وہ ذات کبریا ہے کہ جس کی ابتدا ہے نہ انتہا ہے جو نہ کسی شکل سے محدود ہے۔ نہ کسی مکان میں محصور ہے۔ فنا و حدوث کے جملہ وہموں سے پاک ہے۔ وہ جمیع کمالات کا سرچشمہ ہے۔ اسپر جملہ اسباب کا سلسلہ تمام ہے۔ وہ ہر چیز کا مالک اور خالق ہے۔ عالم کے جملہ تغیرات اس کے زبردست ید قدرت کا کام ہے۔ موجودات میں کوئی بھی اس کا شریک اور حصہ دار نہیں۔ بلکہ کسی کا وجود بھی اصلی وجود نہیں

نعت پیغمبر ذوالجلال

سلام و درود لا محدود بر سید کائنات خلاصہ موجودات سرور کون و مکان شہنشاہ دوجہان محبوب رب المشرقین والمغربین جد الحسن والحسین شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ۔ نور والہدیٰ شافع محشر سید البشر رحمت اللعالمین امام الانبیا والمرسلین سر حلقہ اوّلین و آخرین خاتم النبین انیس الغریبین راحت العاشقین مراد المشتاقین شمس العارفین سراج السالکین۔ مصباح المقربین۔ محب الفقراء والمساکین مظہر صنعت کریم منبع لولاک لما خلقت الافلاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ المکرمین و بارک وسلم۔ اس مشت خاک کا کیا فہم و ادراک ہے۔ جو شمہ صفات ذات بابرکات کی کر سکے۔ جس کی مدح کا قران شاہد ہے کسی کی کیا مجال ہے کہ بجز راسخین فی العلم کے مزمل و مدثر کے اسرار بیان کر سکے۔ آپ کی شان میں سراجاً منیرا آیا ہے۔ یعنی اے پیغمبر تم ہدایت کے روشن چراغ ہو۔ اور روشن بھی کیسے کہ ان کو ظلمت

کو منور کر دیا جو کوچہ ضلالت میں سراسیمہ پھرتے تھے ۔ اور معمولی چراغ تو کیا بلکہ فلکی قمر
کی بھی کیا تاب وطاقت ہے جو ہمارے قمر یعنی پیغمبر کا مقابلہ کر سکے ۔ جس کی تصدیق واقعہ
شق القمر ہے ۔ اور فلکی قمر کی روشنی میں کھڑے ہو کر دیکھو تو تاریکی کی چیزیں نظر نہیں آتیں ۔
مگر ہمارے قمر یعنی پیغمبر کی روشنی جن قلبی چشموں میں موثر ہو گئی وہ آنکھیں چوداطبق کی چیزیں
دیکھہ سکتی ہے ۔ اور فلکی قمر کی روشنی صرف اسی زمین پر ہے ۔ مگر ہمارے پیغمبر کی روشنی
چودہ طبق میں روشن ہے ۔ اور فلکی قمر کی روشنی بوقت طلوع ہی ہوتی ہے ۔ مگر ہمارے
پیغمبر کی روشنی ہر وقت روشن ہے ۔ اور فلکی قمر جب ارض وسما پیدا ہوئے تب طلوع
ہوا ۔ مگر ہمارا قمر ستر ہزار سال قبل از تخلیق ارض وسما طلوع ہو چکا تھا ۔ مگر ہمارے قمر کی
روشنی سے وہی دیکھتے ہیں ۔ جو چشم باطن رکھتے ہیں ۔ ظاہری آنکھہ سے نہیں ۔ کیونکہ
آفتاب کی روشنی میں ہر بینا دیکھتا ہے ۔ مگر نابینا کے نزدیک آفتاب کی روشنی بھی
تاریکی کے برابر ہے ۔ حضرت خدیجہ فرماتی ہیں کہ زلیخا کے یوسف کو دیکھ کر بہت سی عورتوں
نے ہاتھہ تراش لئے اور مر گئیں ۔ مگر میرے یوسف کو دیکھا تو مردے زندہ ہو گئے ۔ اور زندہ
بھی کیسے جو مر نہیں سکتے ۔ حیات ابدی حاصل ہو گئی ۔ قولہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۔ یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے
جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہو ۔ بلکہ وہ زندہ ہیں ۔ مگر انکی زندگی کی حقیقت تم نہیں سمجھتے ۔
چونکہ بظاہر شمع پر پروانہ کے جلکر مرنے کو ہم موت ہی سمجھتے ہیں ۔ مگر پروانہ اس موت کو
زندگی ہی سمجھتا ہے ۔ اور پروانہ کی اس زندگی کا راز ہمارے حصار تشعرون سے ہزاروں
کوس کے فاصلہ پر ہے ۔

لیلیٰ کی شہرت بادشاہ نے سنکر کہا تھا کہ دیکھیں لیلیٰ کیسی ہے ۔ دیکھا تو کہا کہ تم سے

خوبصورت تو میری کنیز ہیں۔ لیلیٰ نے جواب دیا کہ بیشک آپ کی کنیز مجھسے خوبصورت ہیں۔ لیکن آپ اگر مجنوں کی آنکھ سے مجھے دیکھتے تو ہرگز ایسا نہ کہتے۔ مجنوں سے پوچھکر دیکھئے کس کو خوبصورت بتلاتا ہے۔ پس ہمارے یوسف کے حسن وجمال کی کیفیت ابوجہل سے نہ پوچھو بلکہ واقعی صدیق اکبر سے پوچھکر دیکھو کیا کہتے ہیں۔ اگر ابوجہل کو ہماری صدیق اکبر جیسی بصارت قلبی ہوتی۔ تو پھر وہ ہمارے یوسف یعنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے تب پوچھو کیا کہتا ہے۔ اسوقت ضرور یہی کہیگا بقول شیرازی علیہ الرحمۃ۔ بلغ العلیٰ بکمالہ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ۔ حسنت جمیع خصالہ۔ صلّوا علیہ وآلہ۔

قرآن مجید

قران مجید فرقان حمید خدا کا وہ نور ہے۔ جو دنیا کو جب کہ وہ کفر اور شرک کی تاریکیوں میں سراسیمہ ہو رہی تھی۔ روشن کرنے کے لئے فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور آفتاب عالم کی طرح دمبدم روشن ہوتا گیا۔ تھوڑے سے زمانہ میں دنیا کو مغرب سے مشرق تک روشن کردیا۔ کسی کا کوئی حجاب اس آفتاب کی اشاعت شعاعوں کے حائل اور مانع نہ ہوسکا۔ یہ چشمہ رحمت مکہ کی خشک پہاڑیوں سے جاری ہوا۔ کہ جس نے عالم کو بہت جلد سیراب کردیا۔ جس کی روکاوٹ اور بھی اسکے چاروں طرف پھوٹ کر بہنے کا سبب ہوتی گئی۔

اس کتاب مبین نے انسان کے لئے سعادت دارین کی راہیں بتائیں۔ اور اسی نے اسکی قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل کردی۔ عقلی ادراک اور سائنس کے اغلاط جو اس کی قلت فہم اور اوہام فاسدہ کی آمیزش سے پیدا ہوتے ہیں۔ واضح کردئے۔ عالم کی ابتدا

اور انتہا اور اس کی ظہور تدریجی کا نقشہ سامنے رکھدیا۔ اور انسان کے سفر وجودی کے منازل کہ کہاں سے آیا۔ اور کہاں جائیگا۔ اور مقام اصلی کے لئے اس کو اس عالم میں کیا کیا کرنا چاہئے۔ صاف صاف بتا دئے۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر المنزل۔ سیاست مدن کے علوم۔ عشق حقیقی کے دستور۔ اور جملہ اسرار بھی تعلیم فرماوئے اور چونکہ انسان پیکر جسمانی کے سبب حیوانون جیسی زندگی لہو لعب شہوت و لذات کو پسند کرتا ہے۔ اور اسی پیکر جسمانی کے سبب ابتداً اس کا ادراک بھی نہایت محدود رہتا ہے۔ اس مقدس کتاب نے اسکو پاکیزہ زندگی کرنی بھی سکھادی۔ اور محدود ادراک میں نہایت وسیع ترقی بھی پیدا کردی۔

اور اس کتاب مبین کے طرز بیان کا کیا ٹھکانا اس فصاحت و بلاغت سے ادا کیا ہے کہ فصحاو بلغائے عرب کی تو کیا مجال۔ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ تو آجتک بمثل ہذالقران تو کیا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ بنانے پر قادر نہ ہوسکے۔ حالانکہ بزمانہ نزول قرآن خطہ عرب میں فن شاعری کا بہت چرچا اور عروج تھا۔ ملک عرب کو فن شاعری میں قدرتی کمال حاصل تھا۔ بڑے بڑے فصیح بلیغ مضامین بنا دینا عرب کی لڑکیوں کا ادنیٰ کام تھا۔ عرب کی شاعری ہر ملک میں مانی ہوئی ہے۔ ہندوستان یا دیگر ممالک شاعر شعراء عرب کے سامنے عاجز ہیں۔ شعراء عرب میں سالانہ جلسے شاعری کی غرض سے ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کے مقابلہ پر اپنی اپنی نظمین بڑے فخر و مباہات سے پڑھتے۔ جسکا کلام زیادہ فصیح و بلیغ ہوتا اس کے لئے آواز تحسین و آفرین بلند کرتے۔ اور اس کے سر امراؤ عرب کی طرف سے عزت کا سہرہ بندھتا۔ اور تمغات و انعامات کے علاوہ وہ شخص قبائل عرب میں ضرب المثل ہو جاتا۔

چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے آیات ذیل کو شعراء عرب کے دکھانے کیلئے خانہ کعبہ کی دیوار پر چسپاں کرا دیا۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ اور کاغذ پر مصرعہ ثانی لکھنے کیلئے جگہ بھی چھوڑ دی۔ شعراء عرب آیۃ کریمہ کو پڑھ کر دنگ رہ جاتے۔ اور کچھ جواب نہ لکھ سکتے۔ حالانکہ وہ میدان سخن کے بڑے شہسوار تھے آخر کو ایک بڑے شاعر نے جس کی فصاحت و بلاغت کا سکّہ عرب میں جما ہوا تھا۔ صرف یہ جملہ لکھا۔ ماھذا کلام البشر۔ اور یہ تو اجمالی ثبوت ہے جو عربی دانوں اور غیر عربی دانوں کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔ اور تفصیلی ثبوت کی رسالہ ہذا میں گنجائش نہیں۔ الغرض متفقہ امر ہے۔ عرب کی فصاحت اور بلاغت کو قران مجید نے شکست فاش دی اور یہ افضیلیت کسی دیگر کتاب کو حاصل نہیں۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ۔ یعنی وہ کتاب ہے جسکے کلام الٰہی ہونے میں شک نہیں۔ مگر صد افسوس اگر کسی عزیز کا نامہ آجاوے۔ تو مکرر سہ کرر پڑھ کر بھی تسکین نہ ہو۔ لیکن کتاب اللہ کی طرف بالکل توجہ نہیں۔

علم

ایسی بے بہا دولت عظیم ہے کہ جس کی منسبت ارشاد باری ہے۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ یعنی اے پیغمبر اپنے رب سے دعا کیا کر کہ ترقی کردے علم میں۔ اور بخبر صادق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ۔ یعنی طلب کرنا علم کا فرض ہے ہر مسلمان مرد عورت پر۔ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ انسان کی عزت و شرافت علم و ادب سے ہے۔ نہ کہ دولت اور نسب سے۔ اور فرمایا ہے کہ یا اللہ ہم تیری

اس تقسیم پر بہت خوش ہیں۔ کہ تونے جاہلوں کو دولت دی اور ہم کو علم دیا کیونکہ علم وہ خزانہ ہے کہ صرف کرنے پر بڑھیگا اور دولت کم ہوگی۔ اور علم تمہاری حفاظت کریگا۔ اور دولت کی تم۔ اور علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ اور مال فرعون کی عالم کریم ہوتا ہے۔ اور مالدار بخیل۔ اور علم سے دل منور رہتا ہے اور مال سے سیاہ۔ علم ہمیشہ جوان رہتا ہے مقام غور ہے کہ آدم علیہ السلام کے پاس کیا کوئی خزانہ تھا یا سلطنت تھی کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نائب بنایا۔ نہیں نہیں نہ خزانہ تھا نہ سلطنت۔ بلکہ یہی علم تھا۔ حضرت شیرازی نے تو یہاں تک کہدیا کہ ؎ بےعلم نتوان خدارا شناخت چنانچہ کسی بزرگ کو شب بیداری میں ناگہان آواز آئی کہ تم ہمارے مقبول بندوں میں سے ہو اس لئے تم پر طاعت معاف۔ مگر چونکہ آپ عالم اور فاضل تھے فوراً سمجھ گئے۔ کہ یہ شیطانی حرکت ہے۔ اسی وقت لاحول پڑہی۔ اور خیال کیا کہ پیغمبر خدا سے زیادہ کون مقبول ہو سکتا ہے۔ آپ کو تو یہ حکم صادر نہوا۔ مجھے کہاں سے معافی کا پیغام آگیا۔ بلکہ آپ کو تو یہ حکم ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یعنی اے پیغمبر اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تم کو موت آئے۔ بعد ازاں آواز آئی کہ تم کو تمہارے علم نے بچالیا۔ ورنہ دیکھو سیکڑوں جاہل صوفی میرے دام میں جکڑے پڑے ہیں۔ دیکھا یہ ہے شان اہل علم کی۔ اسی لئے مخبر صادق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میری اُمت کے عالم مثل انبیاءٔ بنی اسرائیل کے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جس نے تعظیم کی عالِم کی اُس نے میری تعظیم کی۔ پس جس نے میری تعظیم کی درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی۔ پس جگہ اس کی جنت ہے۔ الغرض یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ دین دنیا کی ترقی کا انحصار تعلیم پر ہے۔ دنیا میں کوئی قوم بلا تعلیم کامیاب نہیں ہوئی۔ اگر آپ

تاریخ عالم کی ورق گردانی کرینگے تو ابتدائے عالم سے آجتک کوئی قوم ایسی نہیں ملیگی۔ جو بغیر تعلیم میدان ترقی میں ایک قدم بھی بڑھا سکی ہو۔ ترقی کا راز تعلیم میں مضمر ہے۔ تعلیم ہی ایک ایسی شے ہے کہ جو انسان کو خاک سے اٹھا کر عرش اعظم پر پہنچا دیتی ہے۔ اور تعلیم کو درجہ تکمیل تک پہنچانیکے لئے لایق علمائے دین کی خدمت صحبت کی سخت ضرورت ہے۔ کہ جس سے کمی تعلیم پوری ہو جائے بقول عطار

ہمنشینی جز بدرویشان مکن ۔ ناتوانی غیبت ایشان مکن ۔
حب درویشان کلید جنت است ۔ دشمن ایشاں سزائے لعنت است

جہل

جہل سے بدتر نہیں ہے کوئی شے — جہل کفر و شرک کی بنیاد ہے
ہے نتیجہ جہل کا کبر و غرور — رہتا ہے جاہل سدا رحمت سی دور
جہل تن میں ایک بلائے جان ہے — آدمی جاہل بھی کچھ انسان ہے
ہو سکے جتنا تو رہ جاہل سے دور — جاہلوں پر ہے غضب حق کا ضرور
تیر کے مانند تو جاہل سے بھاگ — صحبت جہال کو تو جان آگ
علم سے ناکام بس ناکام ہے — ہے اگر زندہ برائے نام ہے
جب تلک زندہ ہی جاہل خوار ہے — عاقبت اسکا ٹھکانہ نار ہے

تحقیق

جس زمانہ میں احقر بعہدہ بل کلکٹری میونسپلٹی قصبہ کیرانہ مامور تھا۔ مجھہ

سے میرے دوست ماسٹر ظریف احمد صاحب کیرانوی نے فرمایا کہ بعد از وفات پیغمبر خدا اسلام میں اختلاف عظیم پیدا ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ تہتر فرقوں پر منقسم ہے۔ پس ایسے وقت میں صراط مستقیم کا تلاش کرنا ہر شخص کے لئے کچھ آسان کام نہیں۔ اور بلا تحقیق کسی مذہب کا قبول کرنا اور اسپر قایم رہنا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ لہذا ضروری ہوا کہ انسان حتی الامکان تحقیق سے کام لے۔ اور علاوہ دیگر فرقوں کے اسلام میں دو بڑے فرقے جو تمام فرقوں کی بنیاد ہیں۔ سنّی اور شیعہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور ان کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور بعد از وفات پیغمبر خدا بلا تحقیق کسی شخص کو اپنا ہادی یا امام تسلیم کرنا گویا اپنے آپ کو دانستہ قعر ضلالت میں گرانا ہے۔ کیونکہ آیہ وافی ہدایہ۔ یَوْمَ نَدْعُوا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِم۔ سے صاف ظاہر ہے کہ بروز محشر سب لوگ اپنے اپنے اماموں کے ساتھ بلائے جائینگے۔ خواہ اچھے ہوں یا برے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ ہم اپنا ہادی یا امام تلاش کریں۔ کہ جو پیغمبر خدا کا جانشین اور وصی منصوص من اللہ و من الرسول قرار پاچکا ہو۔ پس تحقیق کیلئے چند سوالات کی تسکین چاہتا ہوں۔ کیونکہ آپ نے آبائی مذہب سنی کو ترک کرکے محققانہ مذہب قبول کیا ہے۔

احمد حسن۔ بھائیصاحب درحقیقت تحقیق حق کا ہی نام مذہب ہے۔ ضد اور ہٹ دہرمی کا نام مذہب نہیں۔

ظریف احمد۔ بھائیصاحب مجھے تحقیق حق کی ہی ضرورت ہے۔ ضد اور ہٹ دہرمی سے کچھ سروکار نہیں۔

احمد حسن۔ اچھا فرمائیے۔

ظریف احمد - ان ہر دو مذہب کی وجہ تسمیہ کیا ہے -

احمد حسن - حضرات علمائے اہلسنت اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر - حضرت عمر - حضرت عثمان کے مقلد ہیں - چنانچہ اسی بنیاد پرستی مذہب کی عمارت کو یہ حضرات قایم کرتے گئے ہیں - اور اس تعمیر میں خاندان پیغمبر کے کسی امام سے کسی قسم کی امداد نہیں لی - پس اسی گروہ کا نام بزمانہ حضرت امیر معاویہ سنّت جماعت ہوا - جس سے صاف ظاہر ہے - کہ یہ مذہب جدید اور مصنوعی ہے - دیکھو ازالۃ الخفا -

اور مذہب شیعہ تمامتر آئمہ اہل بیت پیغمبر یعنی حضرت علی اور امام حسن - امام حسین تا امام مہدی آخرالزماں علیہم السّلام کے پیرو ہیں - اور یہ مذہب قدیم ہے - جس کی نسبت کتاب اللہ میں فرمایا ہے - وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْم یعنی پاک گروہ ابراھیم کا ہے - دیکھو سورہ صٰفّٰت اور ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ وَھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ - دیکھو سورہ قصص - بیضاوی اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں - کہ شیعان موسیٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل اور عدو سے قبطی مراد ہیں - اور بیضاوی لکھتے ہیں - کہ یہ اشارہ پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے - گویا حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے گروہ کو اللہ تعالیٰ نے شیعہ فرمایا ہے - کہ جس کی تائید پیغمبر خدا نے یوں فرمائی ہے -

حدیث جابر بن عبداللہ سے مروی ہے - کہ ہم پیغمبر ذوالجلال کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت علی تشریف لائے - تو آپ نے ارشاد فرمایا - کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں مری جان ہے - یہ اور اس کے شیعہ پس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں میں پہونچنے والے ہیں - اور اسوقت اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّہ - آیت نازل ہوئی - یعنی تحقیق جو لوگ ایمان لائے

ہیں۔ اور نیک کام کرتے ہیں وہی لوگ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ دیکھو درمنثور

حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّہ۔ یعنی تحقیق جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کام کئے اچھے وہ ہی لوگ مخلوق بہتر ہیں۔ پیغمبر خدا نے علی سے ارشاد کیا کہ تو اور تیرے شیعہ بروز محشر خوشنود کئے گئے۔ دیکھو درمنثور

حدیث حضرت علی سے روایت ہے۔ پیغمبر خدا نے مجھ سے ارشاد کیا۔ کہ یا علی تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری ذریت کو اور تیرے اہل کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو بخشدیا ہے پس تو خوش ہو کہ تو انزع البطین ہے۔ دیکھو فردوس الاخبار

غور فرمائے کہ یہ اُس مخبر صادق پیغمبر ذُو الجلال کا مقدس مقولہ ہے۔ کہ جسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی یعنی ہمارا پیغمبر اپنی خواہش نفسانی سے کچھ نہیں کہتا مگر وحی کے مطابق۔ اور جناب امام حسین نے بوقت شہادت میدان کربلا میں یہ چند اشعار بطور رجز کہ جس میں آپ کے شیعہ بھی شامل ہیں پڑھے۔ اور یہ اشعار علامہ قطب قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی کتاب السیف المسلول میں بھی درج فرمائے ہیں۔ اور میں نے مناقبت الفاطمیہ از تصنیف علامہ زمن مولوی احمد حسن سنبھلی خلیفہ اول مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اشعار یہ ہیں۔

أنا ابن علی الخیر من آل ہاشم !   کفانی بھذا مفخر حین افخر !

وجدی رسول اللہ اکرم من مشے   ونحن سراج اللہ فی الارض نزہر

وفاطمہ امی سلالۃ احمد   وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر

وفینا کتاب اللہ انزل صادقاً　　و فینا الہدیٰ والوصی والخیر یذکر۔
وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ　　ومبغضنا یوم القیمۃ یخسر۔

غور فرمائے کہ مذہب شیعہ کی تصدیق آیات اللہ واحادیث نبوی اور مقدس راویوں کی زبانی اور علمائے اہل سنت کی تصنیفات ہے۔ کہ جس کا انکار سوائے منکر اسلام کوئی مسلمان نہیں کرسکتا ورنہ یوں جسکا جی چاہے من گھڑت مذہب گھڑ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا رکھے۔ تعجب ہے ایک اسلام اور فرقے تھتر جس سے صاف ظاہر ہے مذہب حقہ میں تمامتر مفتری اور کاذب ہیں۔

ظریف احمد۔ ہر دو فریق کے امام کون کون ہیں۔

احمد حسین۔ مذہب اہل سنت کے حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ معاویہؓ۔ یزید بن معاویہ۔ عبدالملک بن مروان۔ ولید۔ سلیمان۔ عمر بن عبدالعزیز۔ یزید ثانی۔ ہشام۔ سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی۔ رشید۔ مامون۔ معتصم۔ واثق۔ متوکل۔ منتصر۔ معتمز۔ مہدی ثانی۔ معتمد۔ مکتفی۔ مقتدر۔ قاہر۔ راضی۔ متقی۔ مستکفی۔ مطیع قایم۔ مقتدی۔ مستظہر۔ مسترشد ہیں۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔ اور خلع شدہ خلفا ترک کردے۔ مگر چونکہ مذہب اہل سنت بوجہ باہمی اختلافات چند فرقوں پر منقسم ہے چنانچہ اسی بنا پر بعض خلفا مذکور بالا میں سے بمطابق حدیث اثناء عشر الائمۃ من القریش بارہ خلیفہ کی تعداد مقرر کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ ہر ایک مذہب نے اپنے اپنے قیاس کے مطابق جنکو بہتر سمجھا انتخاب کرکے اس تعداد کو پورا کیا ہے۔ مثلاً حنفیوں نے یزید بن معاویہ کو اہل قبلہ سمجھکر خلیفہ ششم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر بس بنا پر اسکو برا نہیں سمجھتے۔ اور مالکیوں نے یزید کو فاجر فاسق سمجھکر ترک کیا ہے اور

خلفا میں شمار نہیں کرتے۔

اور مذہب شیعہ نے تمام ہونیکے بعد دیگر ائمہ اہل بیت پیغمبر حضرت علیؑ کی اولاد میں بارہ خلفا یا امام ہیں۔ تسلیم کیا ہے۔ یعنی حضرت علیؑ حسنؑ حسینؑ۔ زین العابدینؑ محمدؑ باقر۔ جعفرؑ صادق۔ موسیٰؑ کاظم۔ علیؑ رضا۔ محمدؑ تقی۔ علی نقی۔ حسن عسکری مہدی علیہم السلام ہیں۔ دیکھو ارجح المطالب۔

ظریف احمد۔ امام اور خلیفہ میں کیا فرق ہے۔

احمد حسن۔ خلافت امامت سے ہرگز علیحدہ نہیں۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ جلیبی علیحدہ اور شیرہ علیحدہ فروخت ہوتا ہے۔ بلکہ امام جن شرطوں سے مشروط ہوتا ہے۔ فی الحقیقت وہی خلیفہ رسول ہے۔ اور علماء اہل سنت بھی بقول دمیری خلافت کو امامت سے علیحدہ نہیں کرتے۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین خلفاء اربعہ کو لفظ آئمہ کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔ کہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات علاوہ خلفا ہونے کے امام کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ اور آئمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد حنبل۔ مجتہد اور امام صلوٰۃ ہیں۔ خلیفہ یا امام یعنی امیر المومنین نہیں۔ ورنہ یوں ان کے مقلد جو چاہے سمجھیں یا کہیں۔

ظریف احمد امام کی کیا شرط ہے۔

احمد حسن۔ جس طرح ہمارا پیغمبر تمام انبیاء علیہم السّلام سے افضل ہے۔ اسی طرح آپ کا نائب بھی اعلیٰ اور بہتر ہونا چاہئے۔ اور درجہ امامت جملہ خوبیوں سے مثلاً علم۔ حلم۔ شجاعت۔ سخاوت وغیرہ میں ممتاز ہو۔ معصوم اور حسب نسب میں بہتر ہو۔ الغرض جو جو صفات جملہ انبیاء مرسلین میں ہیں۔ وہ سب منجانب اللہ

ہونی چاہئیں ۔ اور اس فضیلت کے مستحق بجز انبیا اور اوصیا کوئی نہیں ہو سکتا ۔ اور جو ان کے سوا مدعی بنے وہ کاذب ہے ۔ کیونکہ یہ کونسل کی ممبری نہیں کہ کثرت رائے سے ممبر بن بیٹھے ۔

ظریف احمد ۔ خلفا اربعہ میں کون سید ہے اور کون شیخ ۔

احمد حسن ۔ حضرات ثلاثہ بالاتفاق شیخ ہیں ۔ اور ان کی اولاد بھی عرب کے علاوہ جو اسوقت ہندوستان میں آباد ہیں ۔ مثلاً صدیقی ۔ فاروقی ۔ عثمانی شیخ کے لقب سے عام طور پر ملقب ہیں ۔ اور گو ان کا طرز معاشرت مختلف پیشوں پر ہے ۔ مثلاً کوئی امام صلوٰۃ ہے ۔ کوئی وکیل ہے ۔ کوئی زمیندار ہے ۔ کوئی منیار ہے ۔ کوئی غسّال ہے ۔ کوئی بندر یا ریچھ نچاتا ہے ۔ مگر ان کے شیخ ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ۔ اور حضرت علی بالاتفاق بموجب فرمودہ نبوی سید ہیں ۔ چنانچہ آپ کی اولاد بھی عرب کے علاوہ ہندوستان میں آباد ہیں ۔ مگر آپ کی اولاد میں سے کچھ اپنے آبائی مذہب سے بوجہ لاعلمی منحرف ہو کر سنّی بھی ہیں ۔ گو انھوں نے کوئی رذیل پیشہ بوجہ شرافت نسب اختیار نہیں کیا ۔ مگر ان میں سے بعض بوجہ تعلیم مذہب اہل سنّت امام صلوٰۃ تنخواہ پر مقرر ہیں ۔ اور یہ تنخواہ باتفاق علما اہل سنّت ناجائز ہے ۔ اور جو لوگ اپنے آبائی مذہب کے پابند ہیں اوّل تو وہ عام طور پر روسا اور زمیندار ہیں ۔ اگر کوئی مفلس بھی ہے تو وہ مسنون طریقہ پر ملازم یا مزدور پیشہ ہیں ۔ جیسا کہ اکثر اُن کے جدامجد حضرت علی بھی کیا کرتے تھے ۔

حدیث سلمان فارسی سے مروی ہے ۔ کہ پیغمبر خدا کے دوش مبارک پر حسین علیہ السلام بیٹھے تھے ۔ آپ انکی آنکھوں کو چوم رہے تھے ۔ اور فرما رہے تھے ۔ کہ تو سید ہے اور سید

کا بیٹا ہے امام اور امام کا بیٹا ہے۔ دیکھو ارجح المطالب۔

ظریف احمد۔ فضیلت سید کو ہے یا شیخ کو۔

احمد حسن۔ چونکہ شیخ عرب کے محاورہ کے مطابق ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔ مگر سید کو سرداری کی فضیلت کا شرف جو قدرتی طور پر محمدؐ اور آل محمدؐ کو حاصل ہوا ہے۔ وہ کسی دوسرے کو ایک شمہ بھی حاصل نہیں کہ جس کا مکمل ثبوت قرآن و حدیث نبوی سے بالاتفاق ہو چکا ہے۔ اگر آپ یہ سوال کسی جاہل سے جاہل مسلمان سے بھی کریں۔ تو وہ بھی فطری طور پر یہی جواب دیگا۔ کہ بیشک سید اہل دنیا میں سردار ہیں۔

حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ علیؑ دنیا اور آخرت میں سردار ہے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔

حدیث انس بن مالک سے مروی ہے کہ ہم بنی عبدالمطلب جنت کے سردار ہیں یعنی میںؐ اور حمزہؓ حسنؑ۔ اور حسینؑ تا مہدی علیہم السلام دیکھو ابن ماجہ

حدیث بالا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام اہل جنت کہ جن میں تمام انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ سب کے سردار محمدؐ اور آل محمدؐ ہیں۔ اللہ اکبر آل محمدؐ کی فضیلت اہل جنت پر ثابت ہے۔

ظریف احمد۔ اہل بیت پیغمبر کون کون ہیں؟

احمد حسن۔ اہل بیت نبوی کے ثبوت میں اول تو آیہ مباہلہ ہی کافی ہے۔ کہ جس مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَل لَعْنَتَ اللّٰہِ

علی الکاذبین - یعنی اے پیغمبر کہدو جھگڑنے والوں سے کہ آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی نفس اور تمہاری نفس کو پھر دعا کریں اللہ تعالی سے پس لعنت کریں جھوٹوں پر اور پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ اور فاطمہؑ حسنین علیہم السلام کو بلایا - اور فرمایا اے اللہ یہ ہیں میرے گھر والے - دیکھو مناقب الفاطمی بحوالہ مسلم -

دیکھا یہ خصوصیت ہے اہل بیت کو پیغمبر خدا سے جو کسی دوسرے کو ایک شمہ بھی حاصل نہیں - غور فرمائیے اللہ تعالی نے علی کو پیغمبر خدا کا نفس فرمایا ہے - اور اس خصوصیت کو آپ نے یوں ظاہر کیا ہے - کہ یا علی تیرا گوشت میرا گوشت ہے - تیرا خون میرا خون ہے - تیری روح میری روح ہے - اور فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے - اور حسنین مجھ سے ہیں - اور میں حسنین سے - اور آیہ مباہلہ پر نظر ڈالکر اس خصوصیت کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے - قطعہ

محمدؐ گل است علیؑ بوئے گل — بود فاطمہ اندران برگ گل

چو عطرش برآمد حسینؑ حسنؑ — معطر شدہ در زمین و زمن

حدیث حضرت عائشہ سے روایت ہے - کہ حضور سرور عالم صبح کے وقت کمبل اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے - پس اسے امام حسن بن علی آئے ان کو کمبل میں داخل کیا - پھر امام حسین آئے ان کو بھی امام حسن کے ہمراہ کر لیا - پھر حضرت فاطمہ آئیں ان کو بھی کمبل میں داخل فرمایا پھر حضرت علی آئے - ان کو بھی شامل کر لیا - پھر یہ آیہ تطہیر پڑھی

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ط بحوالہ مسلم -

حدیث حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے - کہ حضور سرور عالم نے اپنے دونوں

صاحبزادوں حسنین کو گود مبارک میں لے لیا۔ اور حضرت علی کو ایک ہاتھ سے پکڑا۔ اور دوسرے ہاتھ سے حضرت فاطمہ کو۔ اور اپنے بدن سے چسپاں کر لیا۔ اور کمبل جو آپ اوڑھے ہوئے تھے ان سب پر لپیٹا۔ اور فرمایا۔ اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت ان پر رحمت فرما۔ اور یہ آیہ تطہیر پڑھی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی اس دعا میں شامل فرمائیے۔ سو خدا کی قسم آپ نے نعم یعنی ہاں نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا تم بھلائی پر ہو۔ مگر یہ معاملہ خاص ان ہی حضرات کے ساتھ ہے بحکم خدائے عزوجل۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ مسلم۔

حدیث انس سے مروی ہے۔ کہ حضور سرور عالم جب فجر کی نماز کو مسجد میں تشریف لاتے اور حضرت فاطمہ کے گھر پر فرماتے۔ اَلصَّلوٰۃُ یَا اَھْلَ الْبَیْتْ۔ یعنی نماز پڑھو اے اہل بیت نبوت پھر آیہ تطہیر پڑھتے۔ اور چھ ماہ تک ایسا ہی برتاؤ حضور نے رکھا۔ اور منجملہ حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت تھی۔ کہ اہل بیت نبوی کی شناخت اور طہارت خوب لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیگا۔ یعنی پنجتن پاک محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہ۔ حسن۔ اور حسین علیہم السلام کی طہارت ازلی جو کسی اور کو ایک شمہ برابر بھی حاصل نہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے روز ازل ہی سے ایسے پاک اور طاہر نور سے پیدا کیا کہ جو ہر قسم کے رجس سے پاک اور طاہر ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی۔

ظریف احمد۔ جبکہ اہل بیت پیغمبر کی فضیلت قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔ تو پھر خطبہ جمعہ وعیدین میں اہل تسنن بعد الانبیا بالتحقیق اَفْضَلُ الْبَشَرِ ابوبکر صدیق کیوں لکھتے ہیں۔

احمد حسن۔ بھائی درحقیقت ان کے لئے علم حجاب ہے۔ یہ حضرات ثلاثہ کی محبت کے

عنوان سے اہل بیت پیغمبر پر بزمانہ حضرت امیر معاویہ برسر منبر علی الاعلان تبرا کہتے ہیں۔
کہ جس کی تائید بعد الانبیا بالتحقیق افضل البشر ابوبکر صدیق سے ہوتی ہے۔ دیکھو شرح
ابن الحدید جلد دویم

ظریف احمد۔ یہ تبرا کیونکر ہوا

احمد حسن۔ اہل بیت پیغمبر جو ازلی معصوم ہیں حضرت ابوبکر کو جو غیر معصوم ہیں فضیلت
دینا تبرا نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ علی سب لوگوں سے
افضل ہے۔ جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔

حدیث بریدہ سلمی سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر ذوالجلال نے فرمایا ہے۔ جس نے علی کی شان گھٹائی
اس نے میری شان گھٹائی۔ دیکھو ارجح المطالب

چنانچہ حضرت علی کی عصمت ازلی آیہ تطہیر سے ثابت ہوچکی۔ اور قیس بن ابی حازم نے بزمانہ
خلافت حضرت ابوبکر کی زبانی تاریخ الخلفا میں روایت کیا ہے کہ میں معصوم نہیں اور مجھ پر
شیطان مسلط ہے۔ اور کنز الاعمال جلد دویم میں مرقوم ہے کہ جب پیغمبر ذوالجلال نے
شہدائے احد کے حق میں دعائے مغفرت کی تو حضرات شیخین نے عرض کیا یا حضرت ہمارے
حق میں بھی دعائے مغفرت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم دونوں دعائے مغفرت کے
قابل نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں تم میرے بعد بدعتوں کو رواج دوگے۔ اور تمہارے دلوں
شرک پوشیدہ ہے۔ جو چیونٹی کی طرح رینگ رہا ہے۔ نیز دیکھو کشف المغطا ترجمہ موطا
امام مالک۔ اور یہ تو بعد قبول اسلام کی حالت ہے۔ قبل از اسلام اعلانیہ بت پرستی
اور مخالفت اسلام اظہر من الشمس ہیں۔ بوجہ طوالت اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ظریف احمد - پھر کیا وجہ ہے جو اہل تسنن حضرات ثلاثہ کو حضرت علی پر فضیلت دیتے ہیں

احمد حسن - بھائی وہ کون ایسا شخص ہے جو اپنے پیشوا یا جد و پدر کی عظمت نہیں کرتا خواہ وہ مشرک یا کافر ہی کیوں نہ ہو - بلکہ اپنے بزرگوں کے فعل مذموم کو مستحسن سمجھکر تائید کیا کرتا ہے -

ظریف احمد - پھر تو اعلانیہ زبردستی ہے - اسمیں مذمت کی کیا بات ہے -

احمد حسن - اگر زبردستی نہ کریں تو ناخلف ثابت ہوں اپنے مخدوم یا جد و پدر کی مذمت کرکے -

ظریف احمد - اس میں ناخلف ہونے کی کیا بات ہے - بلکہ یہ تو مسلمان کا عین ایمان ہے کہ اہل بیت پیغمبر کو پیغمبر خدا کے بعد سب سے افضل سمجھنا -

احمد حسن - اگر وہ مسلمان ہی نہ ہوں تو پھر -

ظریف احمد - وہ مسلمان کیونکر نہیں -

احمد حسن - درحقیقت عقیدہ ہی نام مذہب ہے - اور ایمان کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے - اگر وہ مسلمان ہوتے تو اہل بیت پیغمبر پر حضرات ثلاثہ کو فضیلت دیکر اہل بیت پیغمبر کو کیوں ناراض کرتے -

حدیث جابر سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے - جس نے میرے اہل بیت کو ناراض کیا اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے روز یہودیوں میں اُٹھائیگا - دیکھو ارجح المطالب

حدیث سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے - کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے - جس نے علیؑ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی - اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی - پس جگہہ اس کی جہنم ہے - دیکھو ارجح المطالب -

حدیث زید بن ارقم سے روایت ہے۔کہ تحقیق پیغمبر ذوالجلال نے فرمایا ہے۔حضرت علیؑ اور فاطمہ اور امام حسن اور حسین علیہم السلام کے بارہ میں میری اس شخص سے لڑائی ہے۔جو ان سے لڑے اور اس شخص سے صلح ہے جو انسے صلح رکھے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی

ظریف احمد۔پھر تو شیعوں پر تبرے کا الزام ہی الزام ہے۔

احمد حسن۔اور کیا۔

ظریف احمد۔تبرا کس کو کہتے ہیں۔

احمد حسن۔تبرے کے لغوی کے معنے بیزاری ہے۔یعنی کسی فریق سے کنارہ کش ہونا۔ عرف میں تبرا سب وشتم ولعن کا مترادف ہو گیا ہے۔حالانکہ تبرے کو ان امور سے کچھ واسطہ نہیں۔چونکہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے عہد گرامی میں جناب علی بن ابی طالب پر سب وشتم ولعن کو جزمذہب قرار دیدیا تھا۔پس اس کا نام تبرا ہو گیا۔اور عوام اہل سنت نے اصحاب ثلاثہ کو گالی گلوچ دینا سمجھ رکھا ہے۔یہ ان کی کم فہمی ہے۔

ظریف احمد۔اہل سنت نے اہل بیت پیغمبر سے بیزاری کیسے کی؟

احمد حسن۔اول تو حضرت علی پر اصحاب ثلاثہ کو فضیلت دی۔پھر غور سے کتب اہلسنت دیکھئے۔فیصدی دو چار روایت بھی اہل بیت پیغمبر سے نہ ملینگی۔گویا بنسبت صحابہ آن کی روایت قابل اعتبار نہیں سمجھی گئی۔اس لئے ترک کیا۔ورنہ تعجب ہے۔پیغمبر کے گھر والے فرمان پیغمبر سے ناواقف اور شہر والے واقف۔یہ اہل بیت سے کنارہ کشی کا سبب ہے۔جسکو عرف میں تبرا کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ جب خاندان پیغمبر سے کوئی مذہبی تعلق نہیں۔اس لئے حضرات اہل تسنن شاید ہزاروں میں سے ایک ہی دو ایسے آدمی نکلینگے۔جو خاندان پیغمبر کے ناموں کو ترتیب کے ساتھ زبان پر لا سکتے ہوں۔

اس کے برخلاف فرقہ شیعہ کے چار سال کے بچے بھی مسلسل اسماء مبارک آئمہ اثنا عشر کے ورد زبان رکھتے ہیں۔ بیشک یہ مذہبی ضرورت کیوجہ سے زبان پر جاری رہتے ہیں۔ اگر کوئی مذہبی ضرورت حضرات اہل سنت کو خاندان پیغمبر کے اماموں کے ساتھ ہوتی تو یہ حضرات بھی ان کی طرح اماموں کے ناموں کو ترتیب کے ساتھ یاد رکھتے۔

غور فرمائے وہ تبرّا کہ جس کے شیعہ تمامتر قائل اور عامل ہیں مذہبی اصول پر مبنی ہے۔ نہ کہ مخالفت پر۔ جیساکہ حضرات اہل سنت بربنائے حضرت امیر معاویہ خطبہ وجمعہ وعیدین میں بسر منبر علی الاعلان علی پر تبرّا کہتے ہیں۔ چونکہ تبرّا معقولات اور منقولات یعنی کتب سماوی اور احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ اسی لئے واجبات سے ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اسلام کا سب سے پہلا سبق ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء مرسلین نے اپنی اپنی امتوں کو جملہ احکام الٰہی سے پہلے یہی تعلیم دی ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ ترجمہ۔ نہیں ہے کوئی معبود حقیقی مگر اللہ جائے غور ہے کہ کلمہ توحید میں مصنوعی اور باطل خداؤں کی نفی پہلے کی گئی ہے۔ یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کے سوا دیگر خدا جو مشرکوں اور کافروں نے بنا رکھے ہیں۔ ان سے بیزار ہو کر صدق دل سے ان کو برا سمجھوگے گویا اس وقت تک کلمہ توحید کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ یوں تو کلمہ توحید غیر اسلامی آدمی بھی پڑھ لیتا ہے۔ یہاں تو مصنوعی خدا کا بطلان شرط ہے۔ گویا بغیر مشروع تبرّا کئے صادق مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور جنھوں نے کلمہ توحید پڑھکر باطل خدا کی عظمت دل میں رکھی۔ درحقیقت ایسے لوگوں کو اسلام نے منافق کہا ہے۔ اور جو ان کی پرستش کرے مشرک یا کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ دیکھو سورہ برات یعنی یہ بیزاری ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عہد شکن اور

مشرک لوگونسے پس اللہ اور رسول کے مخالف سے بیزار ہونا ہی کمال ایمان ہے۔ نیز تلاوت قرآن مجید پر شیطان رجیم سے تبرا لازم ہے۔ اعوذ پڑھ کے بسم اللہ کو پڑھتے ہیں۔ قرآن میں۔ غرض یہ ہے تولا بے تبرا ہو نہیں سکتا۔ مگر برخلاف اسکے اہل بیت نبوی سے بیزار ہونیوالا دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا کیا! نیز حافظ شیرازی کا کیا نایاب مقولہ ہے۔ سہ بدشمناں منشیں حافظا تولا کن۔ نجات خویش طلب کن بجان بھشت وجہاں اب برے کو برا کہنا کیا اسلام کے منافی ہوسکتا ہے۔

ظریف احمد۔ امامت اور خلافت منجانب اللہ ہے یا اجماعی۔

احمد حسن۔ منجانب اللہ جس کا شاہد قرآن مجید ہے۔ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًاؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی فرمایا اللہ تعالی نے اے ابرھیم تونے ہمارے احکام امرونواہی کی پوری متابعت کی اس لئے میں نے تجھے لوگوں پر امام بنایا۔ پھر حضرت ابراھیم نے دعا کی کہ یا اللہ میرے بیٹے اور پوتوں میں بھی امام پیدا کر۔ پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو تیری ذریت میں نیک ہوں گے۔ ان کو رسالت اور امامت سے مشرف کیا جائیگا۔ مگر ظالم اور کافروں کو نہیں اور یہی وعدہ وفا کرنے کے لئے حق تعالی نے پیغمبر خدا سے فرمایا ہے۔ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔ اور امت مرحومہ کو بھی حکم گیا۔ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ۔ دیکھو تفسیر قادری سورہ بقر۔ اور امام مبین سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جس بشارت سے آل محمدؐ کی امامت مراد ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کی ذریت میں محمدؐ اور آل محمدؐ بالاتفاق داخل ہیں۔ اور اہل بیت پیغمبر کی امامت کا ثبوت احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

حدیث حضرت فاطمہ بنت پیغمبر سے مروی ہے۔ کہ فرمایا ہے میرے والد بزرگوار نے جسکا میں ولی ہوں۔ اس کا علی ولی ہے۔ اور جس کا میں امام ہوں اس کا علی امام ہے۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھکو وحی بھیجی علی کی نسبت کہ وہ کل متقیوں کا امام ہے۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث عبداللہ بن زرارہ سے روایت ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے مجھے علی کے ۳ القاب فرمائے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کا سردار اور متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ منہ والوں کا سردار ہے۔ دیکھو فردوس الاخبار

ظریف احمد۔ جب آئمہ اہل بیت پیغمبر کی امامت قران واحادیث سے ثابت ہے تو دیگر امام کیوں کہلائے۔

احمد حسن۔ اوّل تو تسلط سلطنت اور غلبہ حکمرانی اس کا سب سے بڑا سبب ہے رہا پھر یہ درجہ امامت کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ کونسل وغیرہ کی ممبری سمجھتے ہیں۔ جو کثرت رائے سے ممبر بن بیٹھے۔ حتیٰ کہ اسی بنا پر عظمت امامت کو ایسی خراب کی کہ خدا کی پناہ۔ جسقدر دیگر مصنوعی امام ہیں۔ بوجہ باہمی اختلاف ایک دوسرے کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں۔ اور ضدیں نے خانہ کعبہ میں ایک ابراہیمی مصلے کے چار مصلے قایم کئے اور چونکہ خانہ کعبہ کی چار سمت ہیں اسلئے چار ہی مصلے قایم کئے۔ بوجہ قلت جگہ مجبور ہیں ورنہ نہ معلوم کسقدر مصلے قایم ہوتے۔ اور اب یہ حال ہے کہ دراز ریش گھر کے گھٹنوں سے نیچا کرتا پہنا اور مدعی امامت بنے۔ اور ایک دعویٰ امامت کا کیا۔ وہ کیا ہے جو نہیں کیا۔ غرضکہ مولوی بنے صوفی کہلائے واعظ مشہور ہوئے۔ لیکچراری کی نعت خوانی میں لسانی دکھائی۔ سیاحی کی دعویٰ نبوت کیا۔ صرف دعویٰ خدائی

سے مجبور ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو خدائی کا دعویٰ بھی ان سے دور نہیں۔ اور منصور منش صوفی مشرب انا الحق کے نعرے مارتے ہوئے نظر آئینگے۔ ورنہ سب کچھ کیا غرض جس کروٹ پڑے چت کیا۔ اگر کچھ حیلہ سازی نہ بن آئی مینار مسجد ہی گرا کر چندا شروع کر دیا۔ اور کچھ نہ ہوا خلافت کا بہانہ ہی کھڑا کر کے مخلوق کو دہوکہ میں ڈالا۔ دوستی کے پردہ میں دشمنی کی۔ شہد میں زہر ملا کر دیا۔ مذہب کی آڑ میں مرغن لقمے حاصل کرنے کے لئے جائے پرخار کو گلستان بنا کر مخلوق کے سامنے پیش کیا۔ اور لطف یہ کہ مخلوق میں مقتدا بنکر کھیر کھانڈ بنائی۔ اور انہیں کو جاہل بنا کر کفر کے فتوے جڑے۔ مگر ان کو جب بھی ہوش نہ آئی۔ دین حق چھوڑ کر ان کے مقلد بنکر مذبذبین ذالک ہی رہے۔ دنیا کے نہ دین کے۔ خسر الدنیا والآخرہ بنے۔ آخر کار اقتدار نبوت اور امامت کو نابود کرنے کیلئے نفس خودی کے تاجداروں نے اقلیم اسلام پر خوب حملہ کئے۔ سادات کشیاں خوب کشادہ پیشانی سے کیں۔ کہ جس کی شہادت واقعہ کربلا دے رہا ہے کہ جس دھبہ سے دامنِ امت صاف ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اگر کوئی اس روشن اور آزاد زمانہ میں اپنی تخلیق سے آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے مطابق متمسک کتاب اللہ و عترت پیغمبر ہو جائے۔ تو واجب القتل ہے۔ ورنہ بائیکاٹ تو ضروری ہے۔ پھر یہ وعظ کا جزو اعظم قرار دے رکھا ہے۔ کہ شیعان علی کے پاس مت بیٹھو۔ ان کی کتابیں مت دیکھو۔ کیونکہ وہ صحابہ کو برا کہتے ہیں۔ کھانے میں لعاب دھن ملا کر دیتے ہیں۔ اگر شیعہ انکی ضیافت کریں تو آپ ہرگز نہ چھوڑیں۔ اور عوام میں یہی وعظ ہے کبھی کہتے ہیں یہ سید ہی نہیں۔ بلکہ رافضی ہیں۔ یہ کہکر عوام کو دین حق سے روکا جاتا ہے۔ الغرض اولاد پیغمبر سے ہر طرح نفرت دلا کر بے ادب بنا دی۔

مگر واہ رے مذہب حنفیہ کہ جس کی رکاوٹ اور بھی اسکے چاروں طرف پھوٹکر بھنیکا سبب ہوتی ہے - محقق سنی شیعہ ہوتے جاتے ہیں - مگر شیعہ محقق سنی نہیں ہو سکتا - تجربہ شاہد ہے - کاش اگر دین حق کی اسقدر سعی کرتے تو دو عالم میں سُرخرو ہوکر رضائے الٰہی کا شرف حاصل کرتے - مگر نہ معلوم یزید پلید کی تقلید میں کیا حلاوت ہے - جس کی خاطر دنیا کو عاقبت پر ترجیح دی - بہشت بیچی دوزخ خریدا -

حدیث عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ مودۃ نازل ہوئی - قُل لَّا اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی - دیکھو سورہ حم -

یعنی فرمایا - اللہ تعالیٰ نے اے پیغمبر کھدے ان لوگوں سے کہ میں تم سے احکام الٰہی پہنچانے کی اجرت کا طالب نہیں - مگر محبت اہل قرابت کی چاھتا ہوں - صحابہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ وہ آپ کے قرابتدار کون سے ہیں - جنکی دوستی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے - آپ نے فرمایا حضرت علیؑ اور فاطمہؑ اور ان دونوں کے دونوں بیٹے - حسنین علیہم السلام ہیں - دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ طبرانی

حدیث جابر سے مروی ہے - کہ تحقیق فرمایا حضور سرور عالم نے اے لوگوں میں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں - اگر تم ان کو پکڑ لوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے - میرے بعد اور وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں - دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی بسند حسن نوٹ

آیہ مودۃ اور حدیث بالا میں تدبر شرط ہے - لفظ قل امر کا صیغہ ہے - اور امر اللہ کا الحصا شریعت محمدی پر ہے - اور شریعت محمدی کی اطاعت اسلام بغاوت کفر ہے بقول شیرازی علیہ الرحمتہ - خلاف پیمبر کسے رہ گزید - کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مگر افسوس حضرات اہل سنت آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے خلاف دیگر مصنوعی آئمہ

کی محبت کے عنوان سے ایسے ایسے بیہودہ عقائد باطلہ اور خصائل رذیلہ میں مبتلا ہیں کہ
جس سے صرف دین حق کی خوبیوں سے محروم ہی نہیں بلکہ اکثر اقوال اور افعال کفر تک
سرزد ہو رہے ہیں۔ چنانچہ رسالہ فیض الکریم اور فوائد السالکین میں مرقوم ہے۔ ایک
مرتبہ ایک شخص شیخ یوسف چشتی سے مرید ہونے کے لئے آیا۔ اور خواجہ صاحب کے
قدموں پر سر رکھ کر عرض کیا۔ کہ میں بیعت ہونے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ
صاحب نے فرمایا۔ اگر لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کہے تو مرید بناتا ہوں۔ چونکہ وہ
صادق الاعتقاد تھا۔ اس نے ایسا ہی کہا۔ پس اسکو خواجہ صاحب نے مرید بنالیا۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے ایسے کفر نما صدق پر۔
نیز اس فرقہ میں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے۔ مرید کو لازم ہے کہ شیخ کے چہرہ کو قبلہ اور اسکے
گھر کو کعبہ سمجھے۔ اور شیخ کے ہاتھ میں ایسا رہے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں۔ اور شیخ
کو شر لعینت حقہ پر جانے۔ اگرچہ بظاہر اموراتِ مذموم دیکھے۔ اُس پر اصرار نہ کرے غرض
پیر کی پیری سے کام پیر کے فعلوں سے کام نہ رکھے وغیرہ وغیرہ خرافات مجلس سماع کو دیکھو تو
نیا رنگ ہے۔ عرسوں کے موقعوں پر رنڈیاں بھانڈ قوالوں کا مزامیر متبرک ڈھولک مقدس
ستار رحمت پروردگار مانا جاتا ہے۔ اگر مشروع طریقوں پر مجلس امام کی جاتی ہے۔ تو کیا
قابل اعتراض ہے۔ کہ جسمیں منبر رسول پر علمائے محققین قرآن و احادیث کے مقدس
مضامین سے سامعین ایمان کو ترو تازہ کرتے ہیں۔ اور بجواب حمد و ثنا خدا اور رسول و آئمہ
اہل بیت پیغمبر سامعین سبحان اللہ۔ اور درود شریف کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ غور
فرمائیے کہ مجلس سماع میں جو پہلی صدا سامعین کے کانوں میں پہنچتی ہے۔ وہ طبلہ
اور سارنگی وغیرہ اور گانے کی ہوتی ہے۔ جو خلاف ادب ہے۔ اور مجلس امام میں جو

پہلی صدا اسامعین نے سنی وہ آیہ قرآن اور حدیث نبوی کی ہوتی ہے۔ یہ ہے موازنہ حق اور باطل کا۔ ورنہ یوں جو جس کا جی چاہے کرے یا کہے۔ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ مجھے ان باجوں کے معدوم کرنیکا حکم ہے۔ غور فرمائیے جس کے معدوم کرنیکو پیغمبر خدا تشریف لائے ہوں۔ اس کے رونق دینے والیکے گناہ کا کیا انتہا

ظریف احمد۔ جب آئمہ اہل بیت نبوی کی امامت قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ توپھر وہ دیگر مصنوعی آئمہ کے کیوں قائل ہیں۔

احمد حسن۔ اگر وہ قرآن و احادیث جانیں تو آئمہ اہلبیت نبوی کی امامت کا اقرار اور دیگر مصنوعی آئمہ کا انکار کریں۔

ظریف احمد۔ امام یا نبی معصوم ہوتا ہے یا غیر معصوم۔

احمد حسن۔ قرآن و احادیث ان کو معصوم کہتے ہیں۔ مگر حضرات اہل تسنن ان کی عصمت کے قائل نہیں۔ اگر قائل ہوتے تو عوام الناس کو امام نہ بناتے۔ چنانچہ قیس بن ابی حازم سے روایت ہے۔ کہ میں ایک روز پیغمبر خدا کی وفات کے ایک ماہ بعد حضرت ابوبکر کے پاس گیا۔ آپ نے بیعت کا تمام قصہ بیان کیا۔ اتنے میں جمعہ کی اذان ہوگئی۔ آپ منبر پر تشریف لیگئے۔ اور حاضرین سے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنا سکتے ہو۔ مجھے بخوشی منظور ہے۔ مجھ سے یہ بار نہیں اُٹھایا جاتا۔ کیونکہ مجھ پر شیطان مسلط ہے۔ اور میں معصوم نہیں ہوں۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔

اور آئمہ اہل بیت نبوی کی عصمت پر آیہ تطہیر شاہد ہے۔ جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے نیز ابن عباس سے مروی ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میں اور علیؑ اور

حسنین اور اولاد حسنین علیہم السّلام سب معصوم ہیں۔ دیکھو طبرانی۔
ظریف احمد۔ پھر تعجب ہے حضرت ابراہیم کو کاذب لکھتے ہیں۔ دیکھو آثار محشر۔
علامات قیامت۔ اور اسیران بدر۔ بمشورہ حضرت ابوبکر پیغمبر خدا نے جزیہ لیکر
چھوڑدئے۔ تو آپ پر عتاب الٰہی نازل ہوا جس کو آپ کی خطا فی الاجتھاد لکھتے
ہیں۔ دیکھو الاسلام جلد دوئم۔ مصنّفہ مولوی عاشق الٰہی۔ نیز تفسیر قادری سورہ
انفال صفحہ ۳۷۵ پر آیہ عتاب پیغمبر دیکھو۔
احمد حسن۔ تعجب تو یہی ہے۔ کہ انبیاء علیہم السّلام پر خطا کو جائز کیا ہے۔ چہ جائیکہ
امام کو معصوم کہیں۔ استغفر اللہ انبیاء علیہم السّلام کی عصمت پر اجتہاد کا گمان
کرنا تو کفر ہے۔ کتاب اللہ نے تو انبیا علیہم السّلام کو صِدّیقاً نبیاً فرمایا ہے۔
فی الحقیقت یہ تو ان کی ضد ہے۔ کہ انبیا علیہم السلام کو کاذب اور خاطی بتلایا۔
مگر تقیہ نہ کہا۔ اور چونکہ مذہب اہل سنّت بوجہہ باہمی اختلاف چند فرقوں پر منقسم ہے۔
چنانچہ اسی بنا پر ایک دوسرے کو برا کہنے کے عادی ہیں۔ پس اسی معمول کے مطابق
حق کو ناحق سمجھکر شیعان اہل بیت نبوی پر بھی معترض ہیں۔ کہ وہ صحابہ کو برا کہتے ہیں۔
غور فرمائیے یہ ہیں وہ اصحاب پیغمبر کہ جنسے ایک ادنی المشورے پر بھی اللہ تعالی نے اپنے
محبوب پر عتاب کیا۔ پس ایسے اصحاب کو کہ جن سے پیغمبر کو تبرّے کی تعلیم دی جارہی ہے
برا کہنے والے تو کافر اور جہنمی، مگر انبیاء علیہم السّلام کو کاذب اور خاطی کہنے والے
کیا ہوئے۔ افسوس انہی اصحاب کی محبّت کے عنوان سے یہ حدیث وضع کر کے پیغمبر
خدا پر افترا کیا گیا ہے۔ کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جسکی اقتدا کروگے
ہدایت پاؤگے۔ اگر آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے تحت میں اہل بیت نبوی کی اقتدا

سے نفرت تھی۔ پس اصحاب پیغمبر تو بہت تھے۔ اصحاب النار و اصحاب الجنۃ کا امتیاز کرکے
اقتدار کرتے۔ بھلا کون سلیم المزاج شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ کواکب نحس کی اقتدا ہدایت
کا سبب ہو سکتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ داماد پیغمبر سے کسی کو کیا نسبت۔
کیا خوب تھا جو امام مبین کی اقتدا کرتے۔ اور چونکہ تبلیغ رسالت میں مشورہ حرام
تھا۔ حضور سرور عالم کو خود حضرت ابوبکر نے مشورہ دیا۔ جو آپ پر عتاب کیا گیا۔
چنانچہ ملل و نحل میں مسطور ہے۔ کہ اکثر اصحاب پیغمبر کا ایمان ظاہری تھا۔ اور در اصل
وہ منافق تھے۔ اور احکام شریعت پر مجبوراً چلتے تھے۔ پیغمبر خدا کی موت کے منتظر
تھے۔ آخر کار پیغمبر خدا کی مرض الموت کیوقت ان کا نفاق علانیہ ظاہر ہو گیا۔ اور آپ
کی وفات کے بعد انھوں نے احکام شریعت کو یہاں تک بھلایا۔ کہ نئے نئے
فرقوں کی بنیاد پڑ گئی۔

نیز انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ عہد پیغمبر کا کوئی حکم مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ اور
زہری کہتے ہیں کہ داخل ہوا میں انس بن مالک کے پاس دمشق میں تو وہ رو رہے تھے
میں نے ان سے پوچھا کیوں روتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ کہ جو احکام شریعت
محمدی میں نے عہد پیغمبر خدا میں پائے تھے۔ اُن میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ سوائے
نماز کے اور نماز بھی ضایع کر دی۔ دیکھو بخاری جلد اول مطبوعہ مصر
غور فرمائیے ہر سلیم المزاج واقعہ مذکور بالا میں بغیر تدبیر و تفکر اس نتیجہ پر پہنچ سکتے
ہیں۔ کہ پیغمبر خدا کی وفات کے بعد خلفا نے احکام شرعیہ کلیتہً تبدیل کرکے اپنا سکہ
جمایا۔ چنانچہ یہی اختلاف فریقین شاہد ہے۔ کہ اسلام پیغمبر کو سوائے اولاد پیغمبر
امت نے ترک کرکے اپنا اسلام علیحدہ قایم کر لیا۔

ظریف احمد۔ جبکہ قران مجید انبیاء علیہم السّلام کو صدیق کہتا ہے۔ تو یہ کاذب کیوں کہتے ہیں۔

احمد حسن۔ اگر یہ قران مجید جانیں اور مانیں تو انبیاء علیہم السّلام کو صادق کہیں۔

ظریف احمد۔ جب وہ امام اور انبیاء علیہم السّلام کو غیر معصوم کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی نسبت ان کا کیا عقیدہ ہے۔

احمد حسن۔ خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کے قائل ہیں۔ دیکھو رسالہ نماز

ظریف احمد۔ جب وہ فعل خیر وشر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تو پھر جزا اور سزا کیسی۔ توبہ توبہ ایسا خدا تو غیر عادل ٹھہرا۔

احمد حسن۔ وہ خدا ایسا ہی ہوگا۔ جسکو فاعل خیر وشر کہتے ہیں۔

ظریف احمد۔ کیا واقعی خیر وشر منجانب اللہ ہے۔

احمد حسن۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ خیر منجانب اللہ اور شر منجانب نفس ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انسان غلبہ خواہش نفسانی کے سبب فعل شر کا مرتکب ہوتا ہے نہ کہ حکم الٰہی سے اور گو علم الٰہی میں سب کچھ ہے۔ مگر جائے ادب یہی ہے۔ خلل خدائی میں پڑتا جو دو خدا ہوتے ؎ ہزار سجدے کرو بت خدا نہیں ہوتے۔ نیز علم الٰہی بندہ کو کسی فعل کے کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ علم الٰہی کا مطلب یہ ہے۔ کہ بندہ جو فعل اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے۔ اس کا علم خداوند تعالیٰ کو پہلے سے ہوتا ہے۔

ظریف احمد۔ تقیہ کا کیا ثبوت ہے۔

احمد حسن۔ تقیہ اسلام نے دالحرب میں جائز کیا ہے۔ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط

دیکھو سورہ عمران - یعنی استحکام دین کیوجہ سے کافروں سے تقیہ کا حکم ہے - تقیہ کے لغوی معنے اپنے کو کسی خطرہ سے بچانا - اور اصطلاحی معنے وہ فعل کہ جسکو امامیہ اپنی حفاظت جانی ومالی وغیرہ کی بنا پر جائز جانتے ہیں - اور تقیہ ہر ایک انسان مسلم غیر مسلم کا فطری امر ہے - جسکو ان کے روزانہ معاملات ثابت کرتے ہیں - اکثر اوقات بعض مشورے بیگانوں پر تو کیا خاص یگانوں پر بھی ظاہر نہیں کئے جاتے - چنانچہ اسی بنا پر انسان اکثر مخدوش موقعوں پر اپنے فعل کے ارتکاب سے یقیناً انکار کر دیتا ہے اور اس انکار سے اپنی حفاظت مقصود ہے - نہ کہ کذب - جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت گمان کیا گیا ہے - مثلاً حضرت ابراہیم کا بت شکنی سے انکار کرنا - بغرض تحفظ اسلام جان و آبرو تھا - اگر ایسے موقعہ پر تقیہ نہ کیا جاوے تو ہلاکت کی نوبت پیش آجاتی ہے - ع

بشر راز دلی کہکر ذلیل و خوار ہوتا ہے - نکلجاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے

الغرض خود اللہ تعالیٰ کا مقدس مقولہ - لَاتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ تقیہ کا ہادی ہے چنانچہ حضور سرور عالم کا مکہ سے ہجرت کر کے غار میں چھپنا - اور قبل ترک وطن کرنے کے علی کو وصیت کر کے اپنے بستر پُرخطر پر سو جانیکی ہدایت کرنا - اور علی سے کفار نے دریافت کیا کہ تمہارا دوست محمد صلعم کہاں ہے - تو آپ نے لاعلمی ظاہر کی - اگر یہ امور تقیہ نہیں تو کیا ہے - پھر آپ کے مقدس صحابی عمار ابن یاسر نے کفار کے مصائب پر تقیہ کر کے بظاہر اسلام کا انکار کیا - اور کفار سے نجات پاکر حضور سرور عالم کیخدمت میں حاضر ہوکر زار زار رونے لگے - تو آپ نے تسلی دے کر فرمایا - کیا ہوا ایسے موقعہ پر تقیہ جائز ہے - اور اسیوقت اللہ تعالیٰ نے -

اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ آیہ نازل فرما کر اطمینان دلادیا۔ کہ جو شخص بغرض تحفظ اسلام جان و آبرو بظاہر کلمہ کفر کہدے اور قلب اس کا ایمان سے مطمئن رہے تو اس میں کچھہ گناہ نہیں۔ دیکھو الاسلام

ظریف احمد۔ اگر بموجب عبارت ملل ونحل حضرات ثلاثہ منافق تھے۔ حالانکہ یہ پیغمبر خدا کے حضور میں تاحیات حاضر رہے۔ تو آپ نے ان کو نہ نکالا۔ نہ قتل کیا۔ اسقدر آنس ہوتے ہوئے ان کے برخلاف کب شبہہ ناراضگی پیغمبر خدا کا یا ان کے نفاق کا باقی رہ سکتا ہے۔

احمد حسن پیغمبر خدا کو علم نبوت سے معلوم تھا کہ ان کے صلب سے بیشمار مومن پیدا ہونگے۔ چنانچہ مشاہدہ شرط ہے۔ کہ اسوقت دنیا مین ان کی اولاد صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی بشیعان۔ اہل بیت نبوی موجود ہین۔ اس لئے ان کو نہ نکالا۔ نہ قتل کیا

نیز جاہد الکفار والمنافقین کی تفسیر میں علمائے فریقین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے۔ دیکھو بخاری جلد سوم۔

ظریف احمد۔ آئمہ اہل بیت نبوی کی امامت کا ثبوت تو کافی ہو گیا کہ جس میں انکار کی گنجایش ہی نہیں۔ اب خلافت کا ثبوت دیجئے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کر کے ملائکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ دیکھو سورہ بقر

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہ بے شک مطلق زمین پر میں آدم کو خلیفہ مقرر کرنے والا ہون۔ ملائکہ نے استحقاق خلافت ظاہر کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ دیکھو تفسیر قادری

غور فرمائیے کہ معصوم مخلوق یعنی ملائکہ کا اجماع استحقاق خلافت پر غلط ثابت ہوا۔

الغرض حضرت آدم کی خلافت منصوص من اللہ تو یہ ہے اور حضرت آدم نے اسی سنت اللہ کے مطابق اپنے بیٹے شیث کو خود اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت شیث نے اپنے بیٹے انوش کو اپنا ولیعہد خود مقرر کیا۔ پھر حضرت انوش نے سنت سلف کے مطابق اپنے بیٹے قینان کو خود ہی اپنا جانشین بنایا۔ پھر حضرت قینان نے بھی اپنے بیٹے مھلائل کو خود ہی اپنا وصی بنایا۔ پھر حضرت مھلائل نے اپنے بیٹے یرد کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت یرد نے ادریس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ پھر حضرت ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ کو خود ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور حضرت نوح نے اپنے بڑے بیٹے کو خود ہی اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

اور حضرت ابراھیم نے اپنے بیٹے اسحاق کو دیار شام میں اور اسمٰعیل کو عرب میں اپنا خلیفہ خود مقرر کیا۔ اور حضرت اسمٰعیل نے اپنے بیٹے قیدار کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور حضرت اسحاق نے یعقوب کو اپنا وصی بنایا۔ پھر حضرت یعقوب نے یوسف کو اپنا جانشین بنایا۔ اور حضرت ایوب نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا وصی بنایا۔ اور حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت کالب نے اپنے بیٹے سامورہ کو اپنا وزیر بنایا۔ اور حضرت الیاس نے الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت الیسع نے ذوالکفل کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حضرت داؤد نے سلیمان کو اپنا ولی عہد بنایا۔ اور حضرت عیسیٰ نے شمعون اپنا وصی بنایا۔ دیکھو روضۃ الصفا جلد اول مطبوعہ نولکشور۔

نیز تاریخ کامل جلد اول مطبوعہ مصر۔

اور اسی سنت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین اور خلیفہ حضرت علیؑ بن ابی طالب آپ کے چچازاد بھائی کو بنایا۔

اور یہی سلسلہ منتقل ہوتا ہوا اہل بیت نبوی پر ختم ہوا جس کا ثبوت کتاب اللہ اور پیغمبر خدا کے مقدس مقولہ شاہد ہیں۔ اور حضرت علی کی شان میں قران مجید کی آیتیں اَلنَّصُّ الْجَلِی مِمَّا نَزَلَ مِنْ کِتَابُ اللّٰہِ فِی عَلِیٍّ میں کثرت سے وارد ہیں۔ جس سے حضرت علی کی خلافت بلافصل پایہ تحقیق کو پہنچتی ہے۔ مگر رسالہ ہذا میں بوجہ طوالت اعادہ کی گنجائش نہیں۔ اس لئے چند آیہ قرانی اور احادیث نبوی اطمینان کے لئے ذکر کرتا ہوں۔ جسکو زیادہ شوق ہو ارجح المطالب مصنفہ مولوی اسمٰعیل امرتسری دیکھے۔

ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے۔ علی اس خطاب کے امیر اور شریف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے اصحاب پر بعض مقام پر عتاب کیا ہے۔ مگر علی کا ذکر خیر سے کیا ہے۔ دیکھو بیان الامرا ترجمہ تاریخ الخلفا نیز ارجح المطالب صواعق محرقہ۔

اور نیز ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ کتاب اللہ میں جسقدر آئیتیں علی کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئی۔ دیکھو بیان الامرا۔ ترجمہ تاریخ الخلفا۔ ارجح المطالب

اور حذیفہ فرماتے ہیں کہ قران مجید کی کسی آیت مین یا ایہا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ نازل نہیں ہوا مگر علی اس کے لب لباب تھے۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی کی شان میں تین سو آئیتین نازل

ہوئی ہیں۔ دیکھو ارجح المطالب

نیز حضرت علی سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے۔ پس اسکا ایک ربع ہماری شان میں اور ایک ربع ہمارے دشمنوں کے حق میں اور ایک ربع قصص اور امثال میں اور ایک ربع فرض اور احکام میں اور ہماری شان میں قران شریف کی بزرگ آئتیں ہیں۔ دیکھو صواعق محرقہ علامہ ابن حجر عقلانی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں فرمایا ہے۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ دیکھو سورہ مائدہ۔ یعنی اے پیغمبر پہونچادے وہ حکم جو نازل کیا ہے تیری طرف تیرے رب نے۔ اگر تو نے نہ پہنچایا یہ حکم تو گویا تو نے فرض رسالت ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچا رکھیگا۔ دیکھو کفایت الطالب۔ تفسیر کبیر۔

حدیث ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ یہ آیت یا ایھا الرسول بلغ بروز خم غدیر نازل ہوئی۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث برا ابن عازب سے یا ایہا الرسول بلغ آیت کے متعلق روایت ہے۔ کہ جب غدیر خم نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ جسکا میں مولیٰ ہوں پس اس کا علیؑ مولیٰ ہے اور برا ابن عازب سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا۔ مبارک ہو تم کو یا علیؑ کہ تم ہر ایک مومن اور مومنہ کے مولیٰ بنے۔ چنانچہ مطابق آیہ کریمہ بالا جسوقت آپ نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ دیکھو سورہ مائدہ۔ یعنی آج میں نے کامل کیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کی تم پر اپنی نعمت۔ دیکھو درمنثور جلد دوم مطبوعہ مصر۔

حدیث ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ کہ تحقیق خم غدیر پر ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ پیغمبر خدا نے لوگوں کو بلاکر درخت کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم کیا۔ پھر آپ نے علی کو بلاکر انکا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کی بغل کی سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے۔ پھر ابھی تک لوگ متفرق نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ پس پیغمبر خدا نے فرمایا اللہ اکبر۔ دین کے کامل ہونے اور نعمت کے پورا ہونے اور میری رسالت علی کی ولایت پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے پر دیکھو درمنثور۔

حدیث زید بن ارقم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا حجۃ الوداع سے بقصد مدینہ واپس ہوئے۔ اور اس روز ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ تھی۔ غدیر خم پر آپ نے قیام فرمایا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پیغمبر خدا نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا اے لوگو مجھ سے پوچھا جائیگا اور تم سے بھی پوچھا جائیگا۔ کہ میں نے تم کو خدا کا پیغام پونچادیا تمام لوگوں نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں آپ نے خدا کا حکم پہنچا دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو کیا تم گواہی نہیں دیتے ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں اور میں خدا کا رسول ہوں۔ تمام حاضرین نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں۔ بیشک سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں بھی تمہاری گواہی پر گواہی دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اے لوگو میں اپنے پیچھے تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رہوگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ اللہ کی کتاب اور میری اہل بیت ہیں۔ اور خبر دی ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے کہ جب تک یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس جمع نہ ہونگے۔ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ تم سے پوچھیگا۔ کہ تم نے میرے بعد اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا۔ اور ارشاد فرمایا اے میرے پروردگار جس کا میں مولیٰ ہوں پس اسکا علی مولیٰ ہے۔ اے میرے پروردگار دوست رکھیئے اُسے جو علی کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھیئے اسے جو علی کو دشمن رکھے۔ تین مرتبہ فرما کر ارشاد کیا۔ تمام حاضرین کو چاہئے کہ غائبین تک اس خبر کو پہونچا دیں۔ دیکھو صواعق محرقہ علامہ ابن حجر عقلانی۔

اس حدیث غدیر کو ترمذی اور نسائی نے صحیح اور حسن مانا ہے۔ اور ملا قاری مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں لکھتے ہیں کہ بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ بلکہ اصول کے مطابق مانا ہے۔ اور عبدالرحمن شیرازی نیشاپوری اربعین میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ حدیث غدیر پیغمبر خدا سے متواتر روایت ہوئی ہے۔ اور ایک جماعت کثیر اور بڑے گروہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد حنبلی وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور حافظ محمود بن محمد بن علی۔ مدنی صراط السوی میں لکھتے ہیں۔ کہ حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس پر جمہور اہل سنت جماعت کا اتفاق ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسمیں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تخریج کی ہے۔ اور اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں۔ اور جب ایام خلافت میں حضرت علی نے تنازعہ کیا تو ان لوگوں نے اس حدیث کی نسبت گواہی دی اور اس کو خطیب نے افراد میں روایت کیا ہے۔ اور کرامات صحابہ میں علامہ زمن

مولوی احمد حسن سنبھلی جو شروع کردہ بود مولانا اشرف علی تھانوی ہے۔ بروایت عبدالرحمن لکھا ہے۔ اور کنز العمال جلد ششم صفحہ ۳۹۷ کا حوالہ دیا ہے۔ اور بوقت خلافت تنازع کیا۔ حضرت علی نے اس حدیث غدیر کو مکرر فرما کر شہادت لی ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ قاضی عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت ہے۔ کہ خطبہ پڑھا حضرت علی نے۔ پس فرمایا حضرت علی نے میں قسم دلاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص کو کہ جس نے پیغمبر خدا سے سنا ہے۔ غدیر خم کے دن پیغمبر خدا نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا۔ کیا میں تمہارے ساتھ بہ نسبت تمہاری جانوں کے قریب نہیں ہوں۔ اے گروہ مسلمانوں کے۔ سب نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ پھر فرمایا جس کا میں محبوب ہوں پس اس کا علی بھی محبوب ہے۔ اے اللہ محبوب کرے اس کو جو محبت کرے علی سے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو عداوت کرے علی سے۔ اور مدد کر اس کی جو مدد کرے علی کی۔ اور نہ مدد کر اس کی جو نہ مدد کرے علی کی۔ مگر یہ بات ہے کہ کھڑا ہو جاوے وہ شخص۔ پس کھڑے ہوئے دس آدمی سے زائد سو گواہی دی انھوں نے اور چھپایا ایک قوم نے۔ پس فنا ہوئے وہ دنیا سے اس حال میں کہ اندھے اور مرض برص میں مبتلا ہو گئے۔ اس کو خطیب نے افراد میں بھی روایت کیا ہے۔ اور عربی عبارت حدیث غدیر کی یہ ہے۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور علامہ زمن نے مولیٰ بمعنے ولی کے بجائے محاورے کے تحت میں ترجمہ محبوب کیا ہے۔ کہ جس سے ولایت حضرت علی ہی مقصود ہے۔

حدیث انس بن مالک سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھکو تمام انبیاء سے برگزیدہ کیا ہے۔ اور مجھ کو اپنا وصی بنانے کا اختیار دیا کر

پس میں نے اپنے ابن عم کو انتخاب کیا ہے۔ اور اُس کیوجہ سے میرے بازو کو قوی کیا ہے جس طرح موسیٰ کے بازو کو اُن کے بھائی ہارون سے قوی کیا تھا۔ پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو وہ نبی ہوتا۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث ابن معازلی شافعی نے اپنی کتاب مناقب میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا نے لوگوں کے ہجوم میں فرمایا۔ عنقریب ایک ستارہ آسمان سے جدا ہو کر زمین پر اُتریگا۔ اور جس گھر میں وہ ستارہ اُتریگا اس گھر کا مالک میرا وصی ہوگا چنانچہ وہ ستارہ علی کے گھر اُترا۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جبریل جنّت سے ذوالفقار لیکر پیغمبر خدا کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ بعد سلام کے فرماتا ہے۔ کہ میں بنی آدم سے اس تلوار کا پکڑنے والا کسی کو نہیں پاتا۔ مگر وہ شخص جو تیرا ولی ہو۔ اور یہ تلوار تیرے حکم میں رہیگی۔ پس جسکو فن حرب میں پوری مہارت حاصل ہو اور تیرے دشمن کا سر کاٹ سکے۔ اس کو دیدے۔ حضور سرور عالم نے فرمایا۔ اے جبریل وہ کون ہے جبریل نے کہا وہ علی ہے۔ پس حضور نے ذوالفقار علی کو دیدی۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث ابو حذری سے روایت ہے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میں اور علی چار ہزار برس آدم سے پہلے ایک نور تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو اس نور کو آدم کی پشت میں داخل کیا۔ اور وہ نور ہمیشہ پاک صلبوں میں منتقل رہا۔ یہانتک کہ عبدالمطلب کے صلب میں جدا ہو گیا۔ پس مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت ہے۔ دیکھو ارجح المطالب

حدیث حضرت علی سے روایت ہے۔ جب غزوہ تبوک میں حضور مجھے اپنے پیچھے

چھوڑ کر تشریف لیجانے لگے تو فرمایا۔ ہم تجھے اے علی اس لئے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ تاکہ تو ہمارا خلیفہ بنے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ کے پیچھے کیسے رہ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں۔ اس بات پر کہ تو میرا خلیفہ بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے بنے۔ دیکھو تاریخ الاسلام

حدیث جابر سے روایت ہے۔ کہ فرمایا پیغمبر خدا نے اے لوگو میں چھوڑتا ہوں تم میں وہ چیز کہ اگر تم اس کو پکڑ لوگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ اللہ کی کتاب اور میری اہل بیت ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی بسند حسن روایت کیا ہے۔

حدیث ام سلمہ سے روایت ہے۔ کہ پیغمبر ذوالجلال نے مرض الموت میں فرمایا ہے اور صحابہ کرام سے حجرہ بھرا ہوا تھا۔ اے لوگو میں عنقریب اس دار فانی سے رحلت کر جانیوالا ہوں۔ اور پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں۔ کہ دو چیزیں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں تم میں۔ اور وہ اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ قران کے ساتھ ہے۔ اور قران اس کے ساتھ۔ جب تک میرے پاس یہ حوض کوثر پر وارد نہ ہونگے ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اور میں ان دونوں سے پوچھونگا کہ تم لوگوں میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ دیکھو طبرانی۔

جب سورہ برات نازل ہوئی پیغمبر خدا نے سورہ کے اول کی تیس یا چالیس آیتیں حضرت ابوبکر کو دیکر حاجیوں کا امیر کیا۔ اور فرمایا کہ اہل موسم پر پڑھو اور حضرت ابوبکر کے جانے سے چند روز بعد حضرت علی کو آپ نے ناقہ غضبا پہ سوار کر کے حضرت

ابوبکر کے پیچھے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اُنسے آئتیں لیکر تم خود پڑھنا۔ اور لوگوں نے جب یہ حال حضور سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا۔ کہ پیغام نہ پہونچائے کوئی مگر آپ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔ پھر حضرت علی حضرت ابوبکر سے جا ملے۔ اور نرویہ کے روز حضرت ابوبکر نے خطبہ پڑھا۔ اور بقرا عید کے روز حضرت علی نے جمیرہ عقبہ کے قریب اہل موسم پر یہ آئتیں پڑہیں۔ دیکھو تفسیر قادری جلد اوّل شان نزول سورہ برات اور اہل سنّت میں صوفیائے عظام کا فرقہ حضرت علی کو خلیفہ اوّل اور بعد الانبیا ابو البشر سمجھتے ہیں۔ دیکھو حقیقت گلزار صابری۔ یعنی حضرت شیخ علاؤالدین صابر کلیری کی سوانح عمری۔

غور فرمائے حضرت ابوبکر جبکہ پیغمبر خدا کے اہل سے نہیں تھے۔ کاش وہ بھیجے ہی نہ جاتے۔ تاکہ ان کو ندامت معزول نہ ہوتی۔ اور خلافت پیغمبر کے لئے ان کے نااہل ہونے پر قیامت تک آئندہ نسلوں کے لئے یہ واقعہ حجت قرار نہ پاتا۔ حضور کی دعوت نیابت پر حضرت ابوبکر کیسے خوشی سے تشریف لیگئے ہوں گے۔ مگر جب اپنی معزولی کا حکم سنکر حضرت علی کا تقرر مشاہدہ کیا ہوگا۔ جو اسوقت اس بزرگ پر گذری ہوگی اُنہی کا دل جانتا ہوگا۔ مگر کیا کیا جائے۔ یہ خدائی معاملہ تھا۔ دم مارنے کی جگہ نہیں۔ مشیت الہی میں رشتہ داری کچھہ کام نہیں آسکتی۔ یہ ہیں واقعات محققہ۔ ان سے چشم پوشی کرکے جو جس کے دل میں آئے سو کہے۔ ورنہ واقعات مذکورہ پر ہر محقق غیر متعصب سرسری نظر ڈال کر بھی اپنی رائے قایم کر سکتا ہے۔ کیونکہ محقق فریقین میں تیسرا مثل حکم ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر فریقین میں نہ ہمیں کسی کی رعایت منظور ہے اور نہ کسی کی مخالفت مقصود ہے۔ کیونکہ ہمیں

کیا ضرورت ہے۔ کسی کی حق تلفی کر کے اپنی گور انگاروں سے بھریں۔ ہمیں تو دونوں کا ادب ملحوظ تھا۔ کیونکہ وہ اہل بیت پیغمبر اور یہ اصحاب پیغمبر۔ ہمارے نزدیک دونوں بزرگ تھے۔ مگر کیا کریں واقعات مجبور کرتے ہیں۔ کہ جن سے ادنیٰ لغزش پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر عتاب کیا تو پھر ایسے نااہل شخص کی عارضی نیابت بھی اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر کے لئے کیوں پسند ہوتی۔ ہمیں تو خلفا کی اقتدار بسر و چشم منظور تھی۔ مگر امر اللہ کے تحت میں علی سے تولہ اور خلفا سے تبرّا کرنے پر مجبور ہیں بھلا کون منصف مزاج شخص ہے کہ جو ولایت علی سے چشم پوشی کر کے بروایت قاضی عبدالرحمن امثال ان لوگوں کے مورد عذاب الٰہی بنے۔ کہ جنھوں نے ولایت علی سے جو روز روشن کی طرح ظاہر تھی چشم پوشی کر کے اندھے اور مبروص بنے۔ اگر ان کی لاعلمی کا عذر ہے تو کیونکر فاعل کو فعل کے بلا ارتکاب سزا کی وہاں تو سزا میں اندھے اور مبروص بھی ہو چکے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے دانستہ ولایت علی سے چشم پوشی کر کے سکوت کیا۔ کیونکہ پیغمبر خدا نے ولایت علی کو بہ تعمیل وحی خم غدیر پر ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب میں اعلان کر کے ارشاد فرما دیا تھا۔ کہ تم حاضرین کو چاہیئے غائبین تک اس خبر کو پہنچا دو چنانچہ اس وقت تمام عرب و عجم میں گھر گھر ولایت علی شہرت ہو چکی تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ ان کی چشم پوشی کی کوئی خاص وجہ تھی۔ ظاہراً تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت حال کچھ بھی ہو۔ شاید عطیات خلفا سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر انھوں نے عطیات کی امید واثق پر حق گوئی سے انحراف کر کے مغضوب الٰہی بنے۔ تو اس روشن اور آزاد زمانہ میں کیوں واقعات

محققہ سے منحرف ہیں۔ انہیں کس کے صلہ کی امید ہے۔ کیونکہ اسوقت نہ حضرات خلفا موجود ہیں اور نہ مال غنیمت کے خزانہ۔ اگران کے حق وناحق کا یہی امتیاز ہے تو اللہ تعالیٰ رحم کرے ایسے اسلام نما کفر پر۔ ورنہ یوں تو تمام مذہب۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ کے مصداق ہیں۔ یعنی ہر ایک گروہ اپنے اپنے خیال میں فلاح عاقبت کی امید لگائے بیٹھا ہے۔ مگر فلاح عاقبت۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ پر منحصر ہے۔ یعنی دین اللہ کی طرف سے تو اسلام ہی ہے۔ اور دین اسلام کی اطاعت۔ اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی امر منکم کی اتباع کا نام ہے۔ یعنی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور صاحب امر یعنی آل محمدؐ کی گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت محمدؐ اور آل محمدؐ میں خلیفہ اسلام علیؑ کی اطاعت عین توحید الٰہیہ ہوئی۔ اور خلیفہ برحق پیغمبر خدا کا قائمقام ہوا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ یعنی اے پیغمبر تیرے پروردگار کی قسم یہ مدعیان ایمان کبھی مومن نہیں ہو سکتے کہ جب تک اپنے ہر ایک باہمی معاملہ میں آپ کو حکم نہ مانیں پھر جو آپ فیصلہ کریں اس سے ذرا بھی تنگ دل نہ ہوں۔ اور بخوشی تمام اس کو قبول کریں۔ اور مشکوۃ کی حدیث کتاب الامارت فصل اول کی پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ خلیفہ اسلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اور اس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اور عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ تحقیق پیغمبر ذوالجلال نے فرمایا ہے۔ تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک تمہاری خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔ الغرض

باالاتفاق شریعت محمدی کی بغاوت کفر اور اطاعت اسلام ہے۔

ظریف احمد۔ معیار امامت وخلافت کیا ہے۔

احمد حسن۔ علم

ظریف احمد۔ وہ کیونکر

احمد حسن۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰئِکَةِ۔ یعنی سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم کو کل نام پھر پیش کیا ملائکہ پر جنہوں نے اعتراض کیا تھا استحقاق خلافت آدم پر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کو علم چاہئے اور تمکو نہیں دیکھو سورہ بقر۔ تفسیر قادری اور وہ نام جو آدم کو بوقت توبہ تعلیم کئے گئے۔ وہ اسماء پنجتن یعنی محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسن۔ حسین علیہم السلام تھے۔

اور جس طرح پیغمبر ذوالجلال ہر علم وفضل میں بےمثال تھے۔ اسی طرح آپ کا نائب ہر علم وکمال میں بےنظیر تھے۔ چنانچہ بزاز نے جابر بن عبداللہ سے عقیلی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور طبرانی نے دونوں سے روایت کیا ہے۔ کہ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ میں علم کا شہر ہوں۔ علی اس کا دروازہ ہے۔

حدیث حضرت علی سے مروی ہے کہ مجھے پیغمبر خدا نے علم کے ہزار باب تعلیم کئے ہیں۔ پس ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے لئے کھل گئے۔

حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ تحقیق پیغمبر ذوالجلال نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور فہم میں مجھکو اور حلم میں حضرت ابراہیم کو۔ اور زہد میں حضرت یحییٰ کو اور حملہ میں حضرت موسیٰ کو دیکھنا چاہتا ہو۔ وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

حدیث ام سلمہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ قران علی کے ساتھ ہے۔ اور علی قران کے ساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ جب تک حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہوں دیکھو ارجح المطالب طبرانی

حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ ایک شب حضرت علی با بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نقطے کی شرح فرمانے لگے۔ تو صبح ہوگئی مگر تفسیر پوری نہ ہوئی۔ اور اکثر حضرت علی فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھ سے پوچھو جو کچھ کسی کو پوچھنا ہو تاکہ میں تم کو خبر دوں۔ قسم اللہ تعالی کی کتاب اللہ تعالی کی کوئی آیت ایسی نہیں۔ جسکو میں نہ جانتا ہوں۔ کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں یا زمین پر یا پہاڑ پر۔ الغرض علم لدنی جو پیغمبری علم ہے پیغمبر ذوالجلال سے حضرت علی نے حاصل کیا ہے۔ جب حضرت علی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد جناب ابو طالب نے آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد سے فرمایا۔ کہ اس کو مت کھولنا۔ پیغمبر خدا اپنی امانت خود آکر لے لینگے۔ چنانچہ حضور تشریف لائے اور آپ کو کھول کر اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور آپ کا نام علی رکھا۔ پس دایہ بلائی گئی۔ مگر کسی دایہ کے پستان کو آپ نے مونہہ میں نہیں لیا۔ اس وقت حضور نے اپنی زبان مبارک چوسائی۔ اور ایک مدت چوستے رہے۔ اور تا وفات جناب پیغمبر خدا کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اور حضور سرور عالم کی وفات پر بوقت تجہیز و تکفین آپ کی چشم مبارک میں جو پانی جمع تھا۔ بمطابق وصیت حضرت علی نے خود چوسا جس کیوجہ سے تمام علوم کا انکشاف آپ پر ہوگیا۔ چنانچہ سعید بن مسیب فرماتے ہیں

کہ جب حضرت عمر کے پاس پیچیدہ معاملات آجاتے تھے۔ اور حضرت علی اس وقت اتفاق سے تشریف فرما نہوتے تھے۔ تو حضرت عمر خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کہیں مسئلہ غلط طے نہ ہو جائے۔ اور سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں سوائے حضرت علی کے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔

اور ابو عبیدہ نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر سے کلالہ کے معنے دریافت کئے گئے۔ تو آپ نے کہا مجھے کونسی زمین اپنے میں رہنے دیگی۔ اور کونسا آسمان اپنے نیچے بسنے دیگا۔ اگر میں قران شریف کے وہ معنے بیان کروں جو میں نہیں جانتا۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔

نیز ترمذی اور ابن ماجہ و تاریخ الخلفا میں مسطور ہے۔ کہ ایک شخص مر گیا۔ اس کی دادی نے حضرت ابوبکر سے تقسیم میراث کا مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت ابوبکر نے اس بوڑھیا سے کہا۔ کہ تیرا حق نہ قران مجید سے اور نہ سنت رسول سے نکلتا ہے اب تو چلی جا پھر کسی وقت آنا تاکہ میں کسی عالم سے یہ مسئلہ دریافت کرلوں۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔

اور خلافت ثانی میں ایک عورت جسکا شوہر کچھ عرصہ سے جنگ میں گیا تھا۔ اپنے شوہر کے اشتیاق میں کچھ اشعار پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمر نے سنکر کہا تجھکو کیا ہوا۔ عورت نے سنکر کہا میرا شوہر جنگ میں گیا ہوا ہے۔ اس لئے اپنی خواہش نفسانی پر مجبور ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تیرے شوہر کو صبح کو بلا دینگے۔ اور حضرت حفصہ اپنی دختر سے دریافت کیا۔ مجھے ایک مشکل آپڑی ہے۔ آو سے

تم حل کردو۔ اور وہ یہ ہے کہ عورت کو مرد کی خواہش کتنے عرصہ میں ہوتی ہے۔ حضرت حفصہ نے شرم سے سر نیچا کرلیا۔ اور خاموش ہوگئی۔ مگر والد کے اصرار پر انگلیوں کے اشارہ سے جواب دیا۔ کہ ۳ یا ۴ ماہ کے بعد دیکھو تاریخ الخلفا

ایک روز حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ میں حمد کو بھی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ایک دوسرے کی تعریف کیا کرتا ہے۔ اور لاالہ اللہ کو بھی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے سوائے واحد خدا کے بتوں کی پرستش بھی کی ہے۔ اور اللہ اکبر کو بھی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تکبیر کہتا ہوں۔ مگر سبحان اللہ کو نہیں جانتا۔ چنانچہ حضرت علی نے انکو بتلایا۔ دیکھو ازالۃ الخفا جلد دوم۔

سعد بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے۔ اس خدا کا شکر ہے۔ کہ جس نے ہمارے دشمنوں کو ہم سے مسئلہ دریافت کرنے کی توفیق بخشی۔ معاویہ نے ہم سے دریافت کر کے بھیجا ہے کہ خنثی کے میراث میں کیا حکم ہے۔ میں نے لکھ بھیجا ہے کہ اسکی پیشاب گاہ کی صورت پر میراث کا حکم جاری ہوگا۔ یعنی اگر پیشاب گاہ مردوں کے مشابہ ہے تو اس کا حکم مردوں جیسا ہے۔ ورنہ عورت جیسا۔ دیکھو تاریخ الخلفا

اور زربن جبیش سے روایت ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں تیسرا آدمی آگیا۔ ان دونوں نے اسے شرکت طعام کیلئے کہا۔ وہ بھی ان کے ساتھ شریک طعام ہوگیا۔ جب وہ تینوں آدمی آٹھوں روٹیاں کھا چکے۔ تو وہ تیسرا آدمی آٹھ درہم دیکر کہنے لگا۔ یہ عوض ہے اس کھانے کا جو میں نے تمہارا کھایا ہے۔ پس وہ دونوں باہم جھگڑنے لگے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا۔ مجھے پانچ درہم ملنے چاہئیں۔ اور تجھے تین اور تین روٹیوں والے نے کہا۔ کہ تمام درہم نصف النصف ہونے چاہئیں۔ پس تصفیہ کیلئے یہ دونوں

حضرت علی کے پاس آئے۔ اور تمام قصہ بیان کیا۔ آپنے تین روٹیوں والیسے کہا تیرا دوست جو کچھ دیتا ہے لے لے۔ باہمی صلح بہتر ہے۔ وہ کہنے لگا یا امیر المومنین انصاف چاہتا ہوں۔ آپنے فرمایا تیرا حق انصافاً تو ایک درہم ہے۔ اور باقی درہم تیرے دوست کے۔ وہ کہنے لگا یا امیر المومنین یہ کیونکر۔ فرمایا کہ آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوتی ہیں۔ اور کم وبیش تینوں نے برابر کھایا۔ اور تینوں نے آٹھ آٹھ تہائیاں۔ کھائی۔ اور تیری تین روٹیوں کی نو تہائیاں تھیں۔ اور اسکی پانچ روٹیوں کی پندرہ تہائیاں تھیں۔ پس درہم والے نے تیری نو تہائیوں میں ایک کھائی۔ اور تیرے دوست کی سات تہائیاں کھائی۔ اس لئے تیرے ایک ٹکڑے کے عوض ایک درہم اور اس کے سات ٹکڑوں کے عوض سات درہم ہوئے۔ دیکھو ارجح المطالب۔

اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کی دو منکوحہ عورتیں تھیں۔ اور ان کا شوہر سفر میں گیا ہوا تھا۔ کہ جنکو ایک رات میں ایک سے لڑکا اور دوسری سے لڑکی پیدا ہوئی۔ پس انہیں جھگڑا ہوا۔ ہر ایک اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتی تھی۔ حضرت عمر کو ان کے فیصلہ میں دشواری پیش آئی۔ حضرت علی سے فرمایش کی گئی۔ حضرت علی نے دو ہم وزن کوزہ دونوں عورتوں کے دودھ سے بھروا کر وزن کیا۔ پس جس عورت کا دودھ وزنی ہوا اسکو آپ نے لڑکا دلا دیا۔ اور جسکا دودھ ہلکا ہوا اس کو لڑکی دلائی گئی۔ حاضرین نے عرض کیا یا امیر المومنین یہ کیونکر اس عورت کا لڑکا ثابت ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ کتاب اللہ کا فیصلہ ہے۔ یعنی يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ دیکھو سورہ نساء۔ ترجمہ اللہ تعالی وصیت کرتا ہے۔ تمہاری اولاد کے تقسیم میراث حقوق میں کہ لڑکے

کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دو۔ چونکہ لڑکے کا دو لڑکیوں کے برابر میراث پدری میں حق ہے اور والدہ کا دودھ بھی میراث مادری اصل ہے۔ اس لئے لڑکے والی عورت کا لڑکی والی سے دودھ دو گنی ہوتا ہے۔ اس لئے سکا لڑکا ہوا۔ حضرت عمر کہنے لگے۔ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بڑی رسوائی ہوتی۔ دیکھو مناقب الاصحاب

حضرت علی کے فضائل علی کا بوجہ طوالت رسالہ ہذا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ صرف چند معمولی فیصلے بغرض امتیاز حق و باطل ہدیہ ناظرین ہیں۔ کہ جنکے فیصل کرنے پر حضرات شیخین عاجز تھے۔ در حقیقت حق بھی یہی ہے۔ کہ جنکے گھر میں قرآن مجید نازل ہوا ہے انہی کو اس پر پورا عبور بھی حاصل ہے۔ دوسرے بیچارے کیا جانیں۔ کیونکہ قرآن صامت بغیر قرآن ناطق کے سمجھائے ہرگز کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اور پیغمبر خدا نے اپنے بعد قرآن ناطق اپنی اہل بیت کو چھوڑا ہے۔ کہ جس پر آپکا یہ مقدس مقولہ شاہد ہے۔ کہ قرآن علی کیساتھ ہے۔ اور علی قرآن کیساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے جبتک حوض کوثر پر میرے پاس وارد نہ ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے مطابق قرآن اور اہل بیت پیغمبر کی اقتدا ایک اسلام کے تہتر فرقوں میں کون فرقہ کرتا ہے۔ کہ جس سے اسکو ناجی ہونے کا فخر حاصل ہو۔ خوب ہر ایک مذہب کو دیکھا بھالا۔ مگر عموماً شیعہ اثنا عشری اہل بیت پیغمبر کو اپنا امام مانتے۔ اور ان کی اقتدا کرتے ہیں۔ اگر اہل سنت انکی اقتدا کے مدعی ہیں تو ان کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ نہ آیہ تطہیر کے مطابق انکی عصمت کے قائل ہیں۔ اور نہ یوم ندعوا کل اناس باماھم کے تحت میں انکو اپنا امام مانتے ہیں۔ بلکہ پیروان اہل بیت پیغمبر کے خلاف ہو کر حرم

رہتے ہیں۔ اور یہ مخالفت ان کے دلوں میں قدیم ہے۔ جدید نہیں۔ کیونکہ بنی ہاشم سے بنی امیہ کی مخالفت مشہور بات ہے۔ اول تو پیغمبر خدا سے حضرت ابو سفیان نے پھر حضرت علی سے حضرات شیخین نے اور خصوصاً حضرت ابوبکر کی دختر نیک اختر حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں اور حضرت عمر کے گورنر حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان نے خوب جنگ کئے۔ اور شہید کرایا۔ اسی طرح امام حسین کو پھر حضرت یزید بن معاویہ نے کربلا میں جنگ کیا اور شہید کرایا۔ الغرض تمام آئمہ اہل بیت پیغمبر کو یکے بعد دیگرے ان کے حقوق نظر انداز کر کے حضرات آئمہ اہل سنت نے شہید کرایا۔ جس کی شاہد کتب تاریخ ہیں۔ اور یہ جنگ فریقین پر مذہبی پہ بنا ای کی مجبوری سے عاید ہوا۔ کیونکہ اگر امام حسین کے مذہب میں حضرت یزید جیسے فاجر و فاسق یا منافق کی اقتدا جائز ہوتی۔ تو کیوں جنگ پر مجبور ہو کر معہ انصار کے اپنی جان گنوا دیتے۔ اور اگر حضرت یزید اپنے مذہب میں امام حسین جیسے خدا پرست کی اقتدا جائز سمجھتے تو کیوں امام حسین سے جنگ کر کے خون ناحق اپنی گردن پر لیتے۔ اور اسی مذہبی مجبوری کیوجہ سے حضرات اہل سنت نے حضرت علی خلیفہ برحق کو چھوڑ کر حضرات شیخین کی اقتدا کی غور فرمائے اگر مذہب شیعہ میں فاجر و فاسق یا منافق کی اقتدا جائز ہوتی تو محمد بن ابوبکر وغیرہ جیسے شیعہ کیوں اپنے والد کی اقتدا سے منحرف ہو کر حضرت علی کی اقتدا کرتے۔ اور اسی مخالفت کی بنا پر حضرت عثمان نے محمد بن ابوبکر کے قتل کا خفیہ حکم اپنے مصری گورنر کے نام جاری کیا تھا۔ جس کیوجہ سے حضرت عثمان کی داڑھی کو محمد بن ابی بکر نے پکڑ کر ہلا دی۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے حضرات اہل سنت کی ایسی سمجھ پر کہ حق کو ناحق سمجھ کر بندگان خدا کے قتل کو روا رکھتے ہیں۔ میں بھی اس اسلام نما کفر کی تاریکیوں میں محصور تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے

کرم عمیم سے مجھے حق و باطل کے امتیاز کی توفیق عطاف رمائی اور باطل تقلید سے نجات دی۔ درحقیقت مودۃ اہل بیت پیغمبر جس کو واقعہ میں مودۃ الٰہی کہنا چاہیئے۔ مومنین کے سلیم اور پاک قلبوں میں اللہ و رسول کی امانت ہے۔ اور اس امانت کے غاصب اس مخدوش زمانہ میں کثرت سے موجود ہیں۔ اسے بچانا چاہیئے۔ اور اس امانت میں خیانت کرنیوالے کی جو مرمت بروز محشر اجلاس الٰہی میں ہوگی وہ کون نہیں جانتا۔ اللہ بس باقی ہوس۔

ظریف احمد۔ کیا حضرت علی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔

احمد حسین۔ جی ہاں محمد بن طلوٰہ سے مروی ہے کہ حضرت علی کا تولد اتوار کی شب کو ۲۳ رجب بروایت ۱۳ رجب سنہ ۱۹۲۰ سکندری کو عین خانہ کعبہ میں ہوا۔ اور آپ کی نسبت کسی نے خوب کہا ہے۔ کسے رامیسر نشد ایں سعادت۔ بکعبہ ولایت بمسجد شہادت۔ غور فرمائے اس شاعر نے علی کو کعبہ میں تولد ہونیکے سبب سعید کہا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں یہ سعادت شرف بھی ایسا لاجواب ہے کہ جو دنیا میں عام مسلمان تو کیا انبیاء علیہم السلام میں سے بھی کسی کو حاصل نہیں۔ سبحان اللہ علیؑ وہ دُر ہے کہ جسکا صدف خانہ کعبہ ہے۔ اگر یہ علی کے درجہ امامت سے واقف ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کہتا۔ جیساکہ پارہ ثانی کی آیت اول سے ظاہر ہے۔ کہ کعبہ کو تولد علی کے سبب ہجرت کے دوسرے سال قبلہ اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ورنہ قبلہ سابق بیت المقدس تھا۔ کعبہ نہیں تھا۔ یعنی پیغمبر خدا کا نور جسمیں علی بھی شامل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ انے صلب آدم میں منتقل فرمایا۔ تمام ارواح کو حکم دیا۔ کہ آدم کیطرف بغرض جہت سجدہ کرو۔ یہ شرف آدم کے لئے کیا کچھ کم ہے۔ پھر وہی کعبہ علی کی تولد گاہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے

تعمیر کرایا جس کے صلہ میں آپ کو خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ اور خلافت وہ درجہ ہے کہ جس کی آرزو میں معصوم مخلوق ملائکہ مقربین کف افسوس ہی ملتے رہے۔ پھر طوفان نوح کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے وہی علی کی نوآبادگاہ یعنی کعبہ مکرر تعمیر کرایا جس کے صلہ میں آپ کو امامت عطا ہوئی۔ اور مرتبہ امامت وہ درجہ ہے۔ کہ جسکی ہوس میں اہل سقیفہ نے امراللہ سے انحراف کی ذلت گوارا کی۔ کیونکہ ہو امامت رسالت کی قائمقام ہے۔ مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از تولد امام محمد صلعم کی رسالت کو بغرض شہادت ثانی امام ملتوی فرمایا۔ جبکہ آپ کو عرصہ دراز تک انتظار کرنا پڑا۔ پس ظاہر ہے آپ اپنی عمر کے چالیسویں سال رسالت پر مبعوث ہوئے۔ اہل بیت کے امام اول کی تو فضیلت کسی کی کیا مجال ہے کہ شمہ صفات ذات بابرکات کی کر سکے۔ جس کی ثنا کا قران شاہد ہے۔ آپ کی شان علوا امام مبین آیا ہے۔ اور اہل بیت کے آخری امام مہدی علیہ السلام کی نماز میں اقتدا باتفاق فریقین حضرت عیسیٰ جیسے الوالعزم پیغمبر کرینگے۔ اگر اسی علی کے محب کو خلق رافضی کہتی ہے تو مبارک ہو محبان علی کو یہ رفض پرفخر ہے۔ "دشمن علی را دوست دارم خلق گوید رافضی پس خدا و احمد و جبریل باشد رافضی۔ نیز اللہ تعالیٰ کے خانہ زاد لڑکے کا عقد پیغمبر کے گھر کی لڑکی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغام دیکر آسمان پر خود کیا۔ اور اس تقریب میں امت محمدیہ اہل بیت نبوی کو جہنم سے نجات اور جنت کی خوشخبری کا ٹکٹ عطا کیا۔

حدیث حبیب اللہ تعالیٰ نے قصد فرمایا نکاح کرنیکا حضرت علی کا حضرت فاطمہ سے تو حکم فرمایا ایک فرشتہ کو کہ طوبیٰ کو جو جنت میں ایک درخت ہے ہلاوے۔ پس حرکت دی اس فرشتہ نے اس درخت کو۔ سو گری اس درخت سے چکین یعنی نامے

اور سبز ہیں۔ اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو۔ انھوں نے ان چکوں کو چن لیا۔ اور اٹھالیا۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا وہ فرشتہ اہل محشر میں تلاش کرینگے اہل بیت نبوی کے دوستدار خالص کو۔ اسکو ایک سند دینگے۔ جو جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی اس کو خطیب نے روایت کیا ہے۔ اور میں نے مناقب الفاطمیہ صفحہ ۲۱ سے نقل کیا ہے

ظریف احمد۔ جب ائمہ اہل بیت نبوی کی امامت اور خلافت قران و احادیث سے ثابت ہے تو پھر حضرات ثلاثہ کی خلافت کس بنا پر واقع ہوئی۔ اجماعی یا نیابتاً۔

احمد حسین۔ نہ اجماعی اور نہ نیابتاً۔ بلکہ اچانک ہوگئی۔ اوّل تو یہ لوگ خلافت کی منتظر پہلے ہی سے تھے۔ مگر اسوقت اور بھی موقعہ ملگیا۔ چنانچہ بخاری شریف باب العلم اور مشکوٰۃ باب الکرامات میں منقول ہے۔ کہ پیغمبر ذوالجلال کو ابتدائے مرض الموت میں شدت سے بخار ہوگیا۔ اور جمعرات کے روز آپ کی علالت کسی قدر کم ہوئی۔ تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ اور ارشاد فرمایا۔ اِیْتُونِی بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِی۔ یعنی میرے پاس کاغذ لاؤ تاکہ ہم کچھ ایسی تحریر حوالہ قلم کریں۔ کہ جس سے ہمارے بعد تم گمراہ نہ ہوجاؤ۔ چنانچہ اس وقت آپ کے پاس چند صحابہ موجود تھے۔ ان میں اختلاف ہونے لگا۔ مگر حضرت عمر نے کہا کوئی ضرورت نہیں آپ پر تکلیف کا درد غالب ہے۔ ہماری ہدایت کے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ اس اختلاف کی آواز حضرت کے کان میں پہنچی۔ تو آپ پر گران گذرا۔ اور غصہ کے ساتھ فرمایا۔ میرے پاس سے چلے جاؤ نیز دیکھو الاسلام۔ سر العالمین و کتاب الشفا جلد سوئم میں بعد پیغمبر خدا نے اسامہ بن زید کی ماتحتی میں مہاجرین اور انصار کا ایک لشکر جسمیں چند قریش اجلہ صحابہ بھی داخل تھے روانگی کا حکم دیکر فرمایا کہ فلسطین کی سرزمین کو گھوڑوں کی ٹاپوں

سے پائمال کردو۔ چنانچہ اسامہ نے لشکر کو مدینہ سے باہر ایک فرسخ پر مقام جرف میں اس لئے ٹھہرایا کہ سامان روانگی فراہم کرلیں۔ مگر اکثر صحابہ کو اسامہ کی ماتحتی اس لئے ناگوار ہوئی کہ غلام کی ماتحتی ہم شرفاء کیلئے موجب ندامت ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر بعض صحابہ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا۔ اور واپس آگئے۔ پس اس تخلف پر آپ نے فرمایا جَیشَ اُسَامہ لَعنَ اللّٰہ مَن تَخَلَّفَ عَنھَا۔ یعنی جو لشکر اسامہ سے روگردانی کرے اس پر لعنت ہے اللہ کی۔ دیکھو ملل ونحل

آخر کار بارہ ماہ ربیع الاول سلہ بروز دوشنبہ چاشت کیوقت تریسٹھ سال کی عمر میں تیرا روز بیمار رہ کر حجرہ حضرت عائشہ میں آپ نے وفات پائی۔

فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ہ اب اہل بیت نبوی کیلئے زمانہ تاریک ہوگیا۔ اور اہل بیت نبوی آپ کی وصیت کے مطابق حضور کے انتقال پر ملال پر تجہیز و تکفین میں مشغول ہوگئے۔ اور مہاجرین میں سے حضرت عمر نے بنی ہاشم سے میدان صاف پاکر اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر کہ جسکا انہیں انتظار تھا۔ حضرت ابوبکر کو لیکر آنکے ہمراہ ابو عبیدہ بھی ہوئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس غرض سے پہنچے کہ اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا امیر مقرر کرلیں۔ درحقیقت یہ منافقانہ تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی تھی۔ یہ خبر سنکر چند انصار بھی آگئے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر نے اپنا استحقاق خلافت جتاکر انتخاب خلیفہ کی نسبت فرمایا۔ کہ حضرت عمر یا ابو عبیدہ میں سے ایک کو منتخب کرلو۔

مگر انصار چونکہ مدینہ طیبہ کے اصلی باشندہ یہی تھے۔ ان کو مکہ والوں کی زیر حکومت رہنا کسی قدر ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ اور ان کو خیال تھا کہ ان وطن سے

بھاگے ہوئے لوگوں کو ہم نے اپنے پاس رکھا - انکی اعانت کی ان پر ہمارے احسان ہیں -
اس لئے یہ ہمارے زیر اطاعت رہنے چاہئیں - نہ کہ ہم اُن کے تابع فرمان بنجائیں - وہ پیغمبر خدا
کی ذات بابرکات ہی تھی جنکی غلامی ہم دل وجان سے کرتے تھے - اب آپکی وفات کے بعد
ہم لوگوں پر قریش کو حکم انیکا کوئی استحقاق حاصل نہیں - اسلئے اپنے میں سے جداگانہ امیر
مقرر کرلیں - چنانچہ سعد بن عبادہ کو جو بنی خزرج کا سرگروہ تھا - بیعت کیلئے نامزد بھی کیا -
مگر مہاجرین اپنے اصرار پر بدستور اڑے رہے - تو انصار نے اس تفرقہ کو مٹانیکے لئے یوں
فیصلہ کرنا چاہا - کہ منّا امیرٌ و منکم امیر - یعنی اے مہاجرین ایک تم میں سے اور ایک ہم میں سے
امیر مقرر کیا جائے - مگر حضرت ابوبکر نے انصار سے یہ بات کہی - الائمۃ من القریش - یعنی
پیغمبر خدا نے فرمایا ہے - کہ میرا جانشین قریش کا آدمی ہوگا - اسپر انصار ساکت ہو گئے - اور
حضرت عمر نے عجلت کیساتھ کہ مبادا انصار میں سے کوئی برگشتہ ہوجائے اور فتنہ برپا نہ
ہوجائے حضرت ابوبکر سے کہا - ہاتھ بڑھائے - کیونکہ آپ بہتر ہیں فوراً بیعت کرلی - علی ہذا
اہل سقیفہ نے بیعت کی - اور حق اہلبیت نبوی پر تیغ بیدریغ چلادی - من بعد وہاں سے
لوٹے تو پیغمبر خدا کو اہل بیت نبوی دفن کرچکے تھے - اس لئے شرکت جنازہ سے محروم رہے
کہ یکا یک چہرہ سے قشقہ ندامت پیشانی پر ہمیشہ کیلئے لگ گیا - اور اسی موقعہ پر کسی نے خوب
کہا ہے - چوں صحابی حب دنیا داشتند + مصطفےٰ را بیکفن بگذاشتند -
یوں تو قصہ مصنوعی خلافت سقیفہ ہی میں طے ہوچکا تھا - مگر اگلے روز مہاجرین اور
انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے - اور حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لیجانے ہی کو تھے - کہ
حضرت عمر سبقت کرکے منبر پر گئے - اور فرمایا کہ اے مسلمانوں کل سقیفہ بنی ساعدہ میں جو
کچھہ ہوا - وہ تم کو معلوم ہے - اور میں نے جو کچھہ کیا اور کہا وہ کوئی آیت قرآنی نہ تھی - کہ اللہ تعالیٰ

نے اسکا حکم دیا ہو۔ اور نہ کوئی وصیت نبوی تھی۔ جو میں نے اس کو پورا کیا ہو۔ میرا خیال تھا کہ حضرت اپنا جانشین تجویز فرمائینگے۔ مگر آپ اللہ کی کتاب اور سنت تم میں چھوڑ گئے ہیں۔ اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ سو الحمد للہ غیب سے سامان ہو گیا اللہ تعالیٰ نے تمکو مجتمع رکھا۔ اور تمہارے معاملات کی باگ ایسے شخص کے ہاتھ میں دیدی جو تم میں بہتر اور برتر ہے۔ پس شکر کرو اس احسان کا۔ اور قدر کرو اس نعمت کی تمام حاضرین کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرو حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر پس یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کی۔ پس سقیفہ کی بیعت خاصہ کے بعد مسجد نبوی میں علی الاعلان بیعت عامہ صادر ہوئی۔ اس طرح حضرت ابو بکر کی خلافت عوام اور خواص کے نزدیک مسلم ہوئی۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر نے اعلان فرمایا اے لوگو میں تمہارا ولی اور سرپرست قرار دیا گیا ہوں۔ اور تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کیجیو۔ اگر ٹیڑھا چلوں تو سیدھا کیجیو۔ اور سچائی امانت ہے اسلئے اسکا پابند رہنا پڑیگا۔ اور جھوٹ خیانت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور تم میں جو شخص کمزور ہے۔ وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ حتیٰ کہ میں اسکا حق واپس دلادوں۔ اور قوی میرے نزدیک ضعیف ہے۔ یہانتک کہ میں مظلوم کا انتقام لیلوں۔ دیکھو الاسلام جلد سوئم۔ اب چونکہ بنی ہاشم بوجہ انتقال پر ملال پیغمبر ذوالجلال وہاں موجود نہ تھے۔ اس لئے بنی ہاشم کیطرف سے مہاجرین کو پورے طور پر اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے حضرت علی کو بلا کر بیعت حضرت ابو بکر پر آپکو مجبور کیا۔ مگر حضرت علی نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ آپنے انصار سے یہ کہکر کہ خلیفہ قریش کو ہونا چاہئے انصار سے حصول حق فرمایا ہے۔ اب میں آپسے طالب داد ہوں۔ جو داد آپنے انصار سے پائی ہے۔ وہی داد آپ مجھے دیجئے۔ کیونکہ میں قریش بھی ہوں۔ ہاشمی بھی ہوں۔ برادر پیغمبر ہوں۔ داماد پیغمبر

ہوں وغیرہ وغیرہ دیکھو روضۃ الاحباب جلد دویم صفحہ ۳۳۲ و ۳۳۴

مگر اسکا جواب ہی کیا تھا جو اہل خلافت کیطرف سے ملتا۔ آخر کار حضرت علی نے بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ مگر حضرات اہل سنّت فرماتے ہیں کہ آپنے بی بی فاطمہ کی رحلت کے بعد بیعت کی۔ اور شیعہ تمامتر بیعت سے انکار رکھتے ہیں۔ مگر راقم کہتا ہے اگر حضرت علی نے کسی قسم کی بیعت کی ہوتی تو آپ اپنے خطبہ شقشقیہ میں اسقدر حضرت ابو بکر کی خلافت پر بیزاری نہ دکھلائی ہوتی۔ اور نہ اس طرح کا اظہار ملال کیا ہوتا۔ دیکھو شرح علامہ ابن الحدید اسکے شارح صاحب اجلہ محدثین اور متکلمین اہل سنّت سے ہیں۔ کون خواندہ آدمی ہے جو اس خطبہ سے واقف نہیں۔ اور چند فقرے اس خطبہ کے یہ ہیں۔ قسم خدا کی ابو بکر بن قحافہ نے جامہ خلافت کو کھینچ تان کر بتکلف پہن لیا۔ یعنی خلیفہ بن بیٹھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میری جگہ اس خلافت کے مقابلہ میں قطب آسیا کی سی ہے یعنی جس طرح آسیا بن میخ کے نہیں چلتی اسی طرح اسلام بغیر میرے نہیں چلسکتا مگر ابو بکر اور اہل سقیفہ نے میری خلافت سے روگردانی کی۔ اور مجھے خلافت سے دور رکھا۔ مجھہ سے سیل جاری ہوتا ہے۔ یعنی جسطرح بلندی کیطرف سے سیلاب نیچے کو آتا ہے اسی طرح میری بلند پایگی سے دریائے علم جاری ہوتا ہے۔ اور نہیں پرواز کر سکتا ہے پرندہ میرے پایہ بلند تک۔ یعنی میرے مرتبہ علم و معرفت تک انسانکا طائر وہم وخیال بھی نہیں پہنچسکتا۔ پس ڈالدیا ہم نے خلافت ابو بکر پر پردہ اور اس سے میں نے پہلو تہی کی۔ اور اس امر میں میں نے فکر کرنا شروع کیا۔ کہ آیا اپنے دست بریدہ سے یعنی باوجود قلت اعوان وانصار بھی ابو بکر پر حملہ کر بیٹھوں یا صبر کروں بلائے تیرہ تار پر۔ یعنی خلافت ابو بکر پر جو ظلمت وجہل وحق کشی کا حکم رکھتی ہے۔

یہ بلا ایسی بید رماں تھی کہ جسکے صدمہ سے بڈھے بیکار ہو گئے۔ اور کم سن بڈھے ہو گئے
اور ہر مومن تادم مرگ رنج اٹھاتا رہیگا۔ پس مناسب وقت یہی معلوم ہوا کہ اس مصیبت
پر صبر کرنا بہتر ہے۔ پس صبر کیا میں نے در حالانکہ میں نے آنکھوں میں گویا گرد پڑ گئی تھی یعنی
جسطرح گرد پڑ جانے سے آنکھیں پرآب اور پر درد ہو جاتی ہیں۔ وہی کیفیت میری
ہو رہی تھی۔ اور میرے حلق میں گویا ہڈی اٹکی ہوئی تھی۔ میں اپنی میراث خلافت
کو لٹتے دیکھتا تھا۔ یہانتک اسی حالت میں خلیفہ اول نے وفات پائی۔
اب خلیفہ اول نے حضرت علی کو چھوڑ کر حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا تو دیگر اصحاب نے
اختلاف کر کے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپنے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے ایک سخت گیر آدمیکو
ہمپر خلیفہ مقرر کر دیا بھلا اسکا اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوگے۔ آپنے فرمایا واللہ تم نے تو مجھے
ڈرا ہی دیا۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔ اور حضرت عمر نے اپنے خلیفہ کے انتخاب کر نیکا کام
مجلس شوریٰ کے سپرد کیا۔ اور مجلس شوریٰ میں حضرت زبیر۔ حضرت طلحہ۔ حضرت سعد
بن ابی وقاص۔ حضرت عبد الرحمن۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی شامل تھے۔
انھوں نے یہ مشورہ کیا کہ حضرت عثمان یا حضرت علی میں سے جو اس شرط کو منظور
کرلے اس کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ پہلے یہ شرط حضرت علی کے سامنے پیش کی گئی
کہ احکام خدا اور رسول اور سیرت شیخین کے نقش قدم پر چلے مگر حضرت علی نے جوابدیا۔
کہ میں احکام خدا و رسول کی تعمیل پورے طور پر کرونگا۔ مگر سیرت شیخین کا لازمی طور پر
پابند نہ ہونگا۔ پھر یہی شرط حضرت عثمان کے سامنے پیش کی گئی۔ انھوں نے یہ
شرط فی الفور منظور کر لی۔ اور خلیفہ نامزد کئے گئے۔ دیکھو تاریخ الاسلام جلد چہارم
خلافت اجماعی تو اس لئے نہیں کہ اہلبیت نبوی خلافت ابوبکر کے خلاف تھے۔

اور نیا بنتا اس لئے نہیں کہ بیعت حضرت ابو بکر پر حضرت علی کو مجبور کیا گیا۔ برخلاف
اس کے حضرت علی کی بیعت سابقہ خم غدیر کو بدستور قایم رہتے تو نیا بتا سمجھا جاتا
غور فرمائے حضرات شیخین نے امر قرطاس اور لشکر اسامہ سے تخلف کر کے احکام نبوی کی عدا پوری
مخالفت کی۔ اس لئے لشکر اسلام بمقابلہ کفار روانہ نہو سکا۔ اور پیغمبر خدا کو اپنے ارادہ میں پوری
ناکامیابی ہوئی۔ بیشک اگر آپ کچھ روز اور زندہ رہتے۔ تو ان واقعوں کا ظہور نہ ہوتا۔ جنکی
بدولت صرف اہل بیت پیغمبر کو ہی نہیں بلکہ اسلام کو بھی برے دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ اسمیں
کچھ شک نہیں اس نافرمانی کا کوئی خاص سبب تھا۔ ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ گر اسامہ
لشکر اسلام کو لیکر کفار کیجانب چل نکلتے تو سقیفہ بنی ساعدہ کا اجماع ظہور میں نہ آسکتا تھا۔ اور
یقیناً امر خلافت کسی اور پہلو پر قرار پاتا۔ تعجب ہے ان حضرات مسلمانوں نے سو وعدت ہونا
گوارا کیا اور گھر بیٹھے رہے۔ یہ کیسا ایمان تھا۔ پیغمبر تو کسی امر کیلئے تاکید کے ساتھ حکم دیں اور
وہ نہ بجا لائیں۔ الغرض یہی دو واقعہ ایسے ہیں۔ کہ جو آپ کی رحلت کیوقت واقع ہوئے۔ کہ
جو بانی اسلام اور پیروان اسلام کے درمیان سخت مخالفت کا نقشہ دکھلا رہے ہیں۔ آپ
کی رحلت کے بعد مسلمانوں میں پہلا اختلاف امر خلافت تھا۔ کہ جسکو آپنے تحریر کی رو سے
فیصل کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ مگر نہیں شیعہ اور سنی کا اختلاف نظر آتا ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ آپ حضرت علی کو تحریری طور پر اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ اور حضرات
اہل سنت فرماتے ہیں۔ حضرت ابو بکر کو تحریر کی رو سے اپنا خلیفہ بنانیکو تھے۔ مگر افسوس
کوئی تحریر وقوع میں نہ آسکی۔ تو ایسی صورت میں قیاس کے سوا کوئی دوسرا نتیجہ نہیں پیدا
کر سکتے۔ اگر حضرات اہل سنت کا بیان درست ہے۔ تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر پر بلکہ
تمام مسلمانوں پر بڑا ستم کیا۔ اگر حضرت ابو بکر پیغمبر خدا کی کسی تحریر کے مطابق خلیفہ مقرر

پاجاتے۔ تو کسی مسلمان کو حضرت ابو بکر کی خلافت سے انکار نہیں ہو سکتا تھا جس سے تمام
مسلمان ایک ہی مذہب کے پابند رہتے۔ پس ایسی صورت میں خلافت کا کوئی جھگڑا اسلامی
دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ شیعہ جو کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا کو تحریر کے وسیلہ سے حضرت علی
کو اپنا خلیفہ بنانا منظور تھا۔ اور وہ اس لئے کہ چند ماہ پیشتر آپ حضرت علی کو زبانی اور
عملی طور پر خم غدیر میں اپنا جانشین بنا چکے تھے۔ راقم واقعہ غدیر کو قطعی نصی ثبوت کے
ساتھ معقولات و منقولات سے رسالہ ہذا کی ابتدا میں درج کر چکا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا
ہے کہ شیعوں کا دعوی بے بنیاد نہیں۔ خیر حقیقت حال جو کچھ بھی ہو مگر ظاہرا ایسا ہی
معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کی تحریری خلافت کے خلاف کوئی مخالفانہ
کاروائی اختیار کی ہوگی۔ اگر حضرت عمر کو اسکا یقین ہوتا کہ پیغمبر خدا ضرور حضرت ابو بکر کو ہی تحریری
طور پر اپنا خلیفہ بنانے کو ہیں۔ تو حضرت عمر ہرگز اس تحریر کے خلاف نہ ہوتے۔ بلکہ اس تحریر کی
تکمیل پر بدل و جان کوشاں ہوتے۔ کیونکہ اس تحریر کا وہی انجام ہوتا کہ جو حضرت عمر کی
تائید سے سقیفہ بنی ساعدہ میں صورت پذیر ہوا۔ بلکہ سقیفہ کے نتیجہ سے بھی زیادہ قابل
قبول ہوتا۔ بیشک حضرت عمر کو اسکا یقین کامل تھا۔ کہ پیغمبر خدا حضرت علی کو ہی تحریری
طور پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ جیسا کہ احمد بن طاہر نے تاریخ بغداد میں ابن عباس سے
ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ جسمیں خود حضرت عمر کی زبانی مذکور ہے۔ کہ پیغمبر خدا مرض الموت
میں علی کے نام کی صراحت کرنا چاہتے تھے لیکن میں مانع ہوا۔

اس لئے آپ کو فرمودہ نبوی سے مخالفت کی ضرورت پڑی۔ جیسا کہ واقعہ قرطاس اور
تخلف از جیش اسامہ سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری باب العلم صفحہ ۱۸
پس ظاہر ہے اگر حضرت ابو بکر یا حضرات ثلاثہ کی خلافت کے لئے کوئی نص جلی یا

خفی ہوتی تو الائمۃ من قریش پر کیوں استدلال کیا جاتا۔ یا اجماع سقیفہ کی کیا ضرورت تھی۔ پھر آپکے اپنے دونوں ساتھیوں کی کیوں تواضع کرتے کہ حضرت عمر یا ابو عبیدہ ہیں ان سے بیعت کے لئے ایک کو منتخب کرو پھر انصار کیوں لب کشائی کرتے۔ اور خلافت ثانی پر کیوں اختلاف ہوتا۔ پھر خلافت سوئم کیلئے مجلس شوریٰ کیوں قائم کیا جاتا۔

الغرض یہ کوشش حضرت عمر کو ہمیشہ رہی کہ خلافت اہل بیت نبوی کو میسر نہ ہو۔ صاف ظاہر ہے حضرت عمر نے حضرت علی کو خلافت سے پوری کامیابی کیساتھ علیحدہ رکھا۔ اور اپنے بعد بھی اپنی لاجواب پولیٹیکل قابلیت سے اپنا جانشین نہ ہونے دیا۔

جیسا کہ حافظ حدیث ابن عبد البر سے تاریخ الخلفا میں علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا ہے۔ کہ ابن عبد البر کہتے ہیں یہ روایت ہمکو کئی سندوں سے پہنچی ہے۔ کہ امام حسن نے مرض الموت میں اپنے بھائی امام حسین سے فرمایا اے میرے بھائی تمہارے باپ علی بن ابو طالب کو امر خلافت کا خیال ہوا مگر ان سے اسکو ہٹا دیا۔ اور ابو بکر خلیفہ ہوگئے۔ پھر وفات ابو بکر پر ان کو خیال ہوا۔ اور وہ ان سے پھیر دی گئی۔ حضرت عمر کیجانب پھر انہوں نے شوریٰ کے مشورے پر چھوڑ دی۔ اسمیں کچھ شک نہیں اب تمہارے باپ علی سے تجاوز نہ کریگی۔ پس پھیر دی گئی وہ حضرت عثمان کیطرف۔ پھر تمہارے باپ کی بیعت پر جھگڑا ہوا حتیٰ کہ تلواریں میان سے نکالی گئیں۔ اور لڑائیاں ہوئیں۔ سو وہ خلافت ان کو بلا غبار نہ ملی۔ اور آئندہ بھی میرا خیال ہے کہ خلافت ہم اہل بیت میں نہ رہیگی۔ نیز دیکھو کرامات صحابہ۔

اسمیں کیا شک ہے۔ کہ پیغمبر خدا کی ہدایت تحریری کا عمل میں نہ لایا جانا۔ اسلام کی بڑی بد نصیبی تھی۔ حیف اسلام و اہل اسلام اگر ایسی تحریر عمل میں لائی گئی ہوتی تو اسلام

ہزاروں فتنوں سے محفوظ رہنا۔ اور اس خلافت کا اثر فوری تو یہ ہوا کہ بنی ہاشم کی حکومت دور ہو گئی۔ جس کے سبب اہل بیت پیغمبر کی جو قدر و منزلت عہد پیغمبر ذوالجلال میں بھی وہ باقی نہ رہی۔ اور آل محمدؐ کی بے توقیریاں اس درجہ تک پہنچ گئیں کہ کربلا کی بے ادبیوں کے بعد اہل حرم دمشق کے کوچہ و بازار میں بڑی بے رحمی کیساتھ تشہیر کئے گئے۔ اور اس کے بعد بھی خونریزی آئمہ خاندان پیغمبر کی ہوتی رہی۔ اور سادات کشیاں بڑی کشادہ پیشانی سے ہوتی رہیں۔ کہ جنکی شاہد کتب سیر و تاریخ ہیں۔ اور ترمذی مسلم شرح عقاید جلالی کی رو سے حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر خدا نے کسی اپنا جانشین نہیں بنایا۔ اور حضرت ابوبکر فعل امت سے خلیفہ قرار دئے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آپ کو خلیفہ پیغمبر کہنا درست نہ ہوگا۔ اس لئے جو حضرات اہل سنت آپ کو خلیفہ پیغمبر سمجھتے ہیں وہ لاعلمی سے بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ انہیں لازم ہے اپنے عقیدہ کی اصلاح کریں۔ کیونکہ پیغمبر ذوالجلال کا مقدس فرمودہ ہے کہ جو شخص اپنے امام کو نہ پہچانے اور مرجائے تو یہ کافر کی موت مرا۔ اس سبب سے پیغمبر خدا کی رحلت کے بعد فوراً ہی مہاجرین اور انصار نے نصب امام کو افضل ترین امور دین سے جانکر دفن پیغمبر سے مقدم جانا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امام کی معرفت واجب ہے۔ امام کا نصب واجب نہیں میری ناقص سمجھ میں دفن پیغمبر پر نصب امام کرنے کو مقدم کرنے سے امت دو معصیتوں میں مبتلا ہوئی۔ ایک یہ کہ جمیع حاضرین سقیفہ بنی ساعدہ ایسے پیغمبر محترم کے دفن کے ثواب سے محروم رہے۔ دوسرا یہ کہ نصب امام کیا تو امت ایک بدعت کی مرتکب ہوئی اور بدعت ضلالت ہے۔ اور نصب امام کا فعل اسلئے بدعت ہے کہ خلافت انبیاء علیہم السلام منجانب اللہ ہوا کرتی ہے منجانب الناس نہیں۔ کیونکہ جس امر میں شرعی نص ہو عقل

کی رو سے حکم دینا منع فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ لا تتبع الھویٰ۔ جب ایسا حکم اللہ تعالیٰ کا پیغمبر خدا کیلئے ہے تو عام اُمت کو عقل کے ذریعہ سے احکام شرعی جاری کرنا کب روا ہو سکتا ہے الغرض نص و عقل دونوں کی رو سے امام کا نصب کرنا ایک بدعت اہل سقیفہ سے صادر ہوئی۔ پس جاننا چاہیئے کہ امر خلافت منجانب اللہ ہے۔ اجماع امت کو اسمیں کچھ دخل نہیں جیسا کہ آیات اللہ سے ثابت ہے۔ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي هَارُونَ أَخِي اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي۔ دیکھو سورہ طٰہٰ یعنی حضرت موسیٰ نے درگاہ باری میں عرض کی اے اللہ تو میرا وزیر میرے اہل بیت میرے بھائی ہارون کو بنا دے۔ تاکہ آسان ہوں میرے کام اور میرے امور میں میرا شریک ہو۔ دیکھو تفسیر قادری۔

اس سے ظاہر ہے اگر خلافت اپنے اختیار سے ہوتی تو حضرت موسیٰ کو کیا ضرورت تھی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے کہ تو میرے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ بنا دے۔ پھر درخواست قبول ہونیکے بعد حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔ میری قوم میں قَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي۔ دیکھو سورہ اعراف۔ غور فرمائیے اگر اللہ تعالیٰ کی منظوری کی ضرورت نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ نے اپنے اختیار سے اپنا خلیفہ بنا دیتے یا بغیر خلیفہ بنائے میقات پر چلے جاتے۔ اور بنی اسرائیل اپنی تجویز سے خلیفہ بنا لیتے۔ اور حضرت ہارون کی خلافت جَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا۔ سورہ فرقان سے ثابت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کا وزیر یا خلیفہ بنانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کسی نبی کو بھی اختیار نہیں کہ جسکو چاہے اپنا وزیر بنائے۔ بس اللہ تعالیٰ رحم کرے اس امت پر کہ جس نے اپنے اختیار سے پیغمبر خدا کے بعد اپنا خلیفہ حضرت ابو بکر کو بنا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کیطرف رخ بھی نہ کیا۔ اور امت کا یہ عقیدہ بنا لینا کہ پیغمبر خدا نے اپنا

خلیفہ کسی کو نہیں بنایا بڑا حیرت انگیز مضمون ہے۔ کہ جس کو عقل بھی گوارا نہیں کر سکتی انبیا سابق کے خلفاء تو حکم الٰہی سے بڑے لحاظ و خیال کیساتھ مقرر کئے جائیں۔ اور یہ امت شتر بے مہار کیطرح چھوڑ دیجائے کہ اپنا خلیفہ آپ مقرر کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ امت امم سابقہ میں ممتاز تر پایہ رکھتی ہے اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اسطرح بے اعتنائی بعید از عقل و قیاس ہے پھر بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ اتنے بڑے پیغمبر کے خلیفہ کی خلافت کا یہ رنگ ہو۔ کہ جو آپ کا خلیفہ ہو اسے نہ تو آپ مقرر فرمائیں نہ اللہ تعالیٰ اوسے ایک جماعت مقرر کرے۔ اور وہ جماعت بھی کیسی جو جماعت کامل نہ ہو۔ یعنی کچھ لوگ مجتمع ہو کر سرسری طور پر خلیفہ مقرر کرلیں۔ اگر اجماعی طریقہ سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا منظور تھا۔ اگر دیار اسلام سے نہیں تو کم از کم مختلف قبائل عرب ہی کے سردار جو مشرف با اسلام ہو چکے تھے بلا لئے جاتے۔ مگر یہاں تو یہ حالت گذری کہ مدینہ کے علاوہ قبائل تو درکنار قبیلہ بنی ہاشم تک کو جو مدینہ ہی میں رہتے تھے اور پیغمبر خدا کے قرابتدار بھی تھے اس اجماع کی خبر نہیں کیگئی۔ حضرت عمر نے نہایت عجلت کیساتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور چٹ منگنی پٹ بیاہ کے طریقہ سے خلافت قایم کردی۔ اور اکثر اصحاب جو حضرت علیؑ کے طرفدار تھے اس اجماع میں شریک نہیں ہوئے سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد وغیرہ حضرت ابوبکر کی خلافت منجانب اللہ والرسول تو تھی ہی نہیں۔ مگر کامل طور پر منجانب الناس بھی قرار نہیں پاتی ایسے ناقص اجماع کو کوئی ذی عقل الکشن نہیں قرار دیسکتا۔ صاف ظاہر ہے اگر حضرت عمر اس عجلت کیساتھ حضرت ابوبکر کو خلیفہ نہ بنا ڈالتے اور باقاعدہ الیکشن کی کاروائی عمل میں لائی جاتی تو حضرت ابوبکر کی خلافت غیر ممکن تھی۔ پس حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ رکھنا کہ پیغمبر خدا نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ محض لغو امر ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ بحکم الٰہی پیغمبر خدا نے حضرت علی

اپنا فلیفہ قولی اور فعلی طریقوں سے بنایا۔ اور بیکی اس تجویز کے مقبول ہوسکیں کچھ کام
نہیں۔ علی واقعی ایسے بزرگ تھے۔ امت میں بینانظیر نہیں رکھتے تھے۔ اور آپ کے
خلیفہ قرار دینے میں بہت سی خوبیاں ملحوظ نہیں۔ کہ جسکو خود غرض امت نے آنکی ہیں تجویز
کو غتر بود کردیا سچ ہے۔

شہر علم مصطفیٰ را حیر علی باب بنود ٭ یارب ایں قصر خلافت را چرا شد چند باب

واہ کیا خوب یہہ اصحابہ کی کاروائی ہے کہ دنیا کے عیوض آخرت گنوائی ہے۔ اللہ اکبر کس
قدر حوصلہ افزائی ہے۔ کہ امراللہ سے بھی آنکھ چرائی ہے۔ خدایا دہائی ہے دہائی ہے۔
خم غدیر کی مبارکباد بھی دل سے بھلائی ہے۔ بھلا جن کی عبادت بھی پیغمبر کو نہ خوش آئی
ہے۔ اور نہ تیمارداری کی خدمت پسند فرمائی ہے۔ انکو دارین میں کیسے سرخروئی ہے
غور فرمانے یہ کیا بیحیائی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے خلافت آدم و ملائکہ کے اجماع کی
تردید فرمائی ہے۔ تو پھر اجماع اہل سقیفہ سے کیسے تائید کرائی ہے۔ اور اجماع بھی کیسا
لاثانی۔ یار اسلام میں تو کیا مدینہ میں بنی ہاشم تک کو خبر نہیں کرائی ہے۔ کہ جسکو کوئی ادنیٰ
عقل الکشن بھی نہیں کہہ سکتا کیا اہل حکومت نے الکشن کی یہی صورت بتلائی ہے۔
جب تردید یہ کہ روز بذریعہ وحی ایک مرتبہ معزول ہو چکے۔ تو پھر یہ تقرری کہاں سے آئی ہے
جو سراسر خلاف حکم الٰہی ہے۔ بھلا جنسے پیغمبر کو مشورہ تک کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے
فرمائی ہے۔ تو پھر انکی نیابت کیسے پسند آئی ہے۔ بخدا یہ خلافت پیغمبر نہیں بلکہ تھاہی ہے۔
کہ خانہ زہرا پر چڑہائی اور خلیفہ برحق کی تلفی کی اور کرائی ہے۔ کوئی تو ایمان سے کہدے
کہ داماد کی میراث کہیں بھی خسر نے پائی ہے۔ کیا حق و ناحق کا اختیار یہی ہے۔ جس نے
دشمنان اہلبیت نبوی سے بیزاری دکھلائی ہے۔ قسم خدا کی یہ عین عبادت الٰہی ہے

دیکھو تو قرآن میں ظالم اور کاذب پر لعنت آئی ہے۔ جسکی نالے پیغمبر نے فرمائی ہے۔ جو مومن
ہو کر اپنے نبی کی سنت ادا نہ کرے اسکی کسقدر رسوائی ہے۔ بیشک ابلیس کا وہ حقیقی بھائی
ہے۔ کہ جس نے معلم الملکوت ہو کر آدم کے سجدہ پر سرکشی دکھلائی ہے۔ اسی لیئے قعر دوزخ
میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ ایسوں کی شفاعت سے جس نے امید لگائی ہے۔ دیوانہ ہے یا سودائی
ہے۔ اس نے عقل کہاں گنوائی ہے اتنا نہیں سمجھتا کہ جنکے لیئے آیہ مودۃ آئی ہے۔ جسکی تائید
خدا نے حدیث ثقلین کو دی ہے انکو چھوڑ کر بھلا کس نے نجات پائی ہے۔ قسم خدا کی
ان کی ساری خدائی ہے۔ اہل جنت پر حسنین کی فرماں روائی ہے۔ اور حوض کوثر پر علی
نے مسند لگائی ہے۔ بتلائیے اب رہا کیا باقی صرف دوزخ دشمنان اہلبیت کیلئے باقی
رہی ہے۔ اور دوزخ کی بھی سن لیجئے اگر ذرہ برابر حب علی کسی نے پائی ہے بقسم خدا
کی شرطیہ اس کی رہائی ہے۔ اگر شک ہے تو مہر فاطمہ کے سلسلہ میں مومنین نے جو سند پائی ہے
دیکھو مناقب الفاطمیہ صفحہ ۶۲ پر حدیث تحریر فرمائی ہے۔ اور خطیب کی روایت بتلائی ہے۔
ایمان سے کہنا کیا اب بھی باور نہیں ہے دو علماء اہل سنت کی شہادت کافی نہیں ہے۔
اس پر بھی اگر انکار ہے بیشک مرتد ہوا۔ وہ کامل یقین ہے۔ علی سے تولا خلفا سے تبرا
شریعت اسلام کا مدعا یہی ہے۔

ظریف احمد۔ جب کہ پیغمبر خدا کی وفات پر جوش ارتداد پھیلا ایک طرف عرب کے یہود و
نصاریٰ مخالف اسلام تھے دوسری طرف مدعیان نبوت بر سر پرخاش تھے۔ اسوقت
اصحاب ثلاثہ کی زبردست تدبیروں نے نہ صرف عرب کو قابو میں رکھا۔ بلکہ شام و
مصر۔ ایران جیسی بڑی بڑی سلطنتوں کو دار الاسلام بنا دیا۔ کہ جسکی بدولت آج
ہم مسلمان کہلا رہے ہیں۔ کیا اصحاب ثلاثہ کی یہ خدمت اسلام نہیں۔

احمد حسن - ہرگز نہیں۔ اول تو اسلام کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور إنا له لحافظون۔ دوسرے فتوحات ملکی شام و مصر وغیرہ محمد صادق پیغمبر ذو الجلال کی مصدق عن الہوی پیشین گوئی تھی وہ تو ہو کر ہی رہتی خواہ کسی کے ہاتھ پر ہوتی۔

مگر کیا جناب امیر علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور بھی شیر خدا ہے

تمام مورخین اور علمائے فریقین اس پر متفق ہیں کہ غزوۂ خیبر میں جبکہ حضرات شیخین پست ہو کر واپس ہوئے تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہم کل اپنا علم ایسے شخص کو دینگے جو اللہ اور اسکے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ اور اسکا رسول اُس کو دوست رکھتا ہے۔ پھر پیغمبر کے علم لیکر خیبر پر کس نے گاڑا۔ عمرو مرحب کو کس نے پچھاڑا۔ اور در خیبر کو کس نے اکھاڑا۔ اور خیبر کے کیواڑ کو کس نے سپر بنایا۔ کہ جسکو چالیس آدمی بروایت ستر آدمی نہ لوٹا سکے جس پر پیغمبر خدا نے قسم کھا کر فرمایا کہ جنگ خیبر میں علی کے مددگار چالیس فرشتے تھے۔ اور حضرت علی نے خود فرمایا ہے کہ میں نے اس کیواڑ کو قوت بشریہ سے نہیں اٹھایا۔ بلکہ قوت الٰہیہ سے اٹھایا ہے۔ علیٰ ہذا غزوہ خندق میں عمر بن عبدود کو کس نے قتل کیا جو اکیلا ہزار جوانوں کے برابر شمار کیا جاتا تھا جس کے مقابلہ پر جب حضرت علی نکلے تو پیغمبر ذو الجلال نے فرمایا۔ کہ آج سالم ایمان سالم کفر کے مقابلہ پر نکلا ہے۔ اور جس کے قتل پر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میری امت کے تمام جن و انس کی عبادت سے جو قیامت تک کرتے ہونگے علی کی یہ ایک ضرب افضل ہے۔ دیکھو تاریخ الاسلام و کرامات صحابہ۔

اور جنگ بیر الالم میں جنوں کا مقابلہ کر کے مسلمان کرنا ذو الفقار بدری کے سوا اور کس کا کام تھا۔ دنیا میں وہ کون بھادر ہے جو شجاع بن شیر خدا بازوئے مصطفےٰ کا منکر ہے۔ جنگ بدر میں بروایت احد میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی پانچہزار

وشتیوں سے غیبی امداد کی۔ ملائکہ کا یہ کہنا لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کسکی شان میں تھا۔ پھر وہ کونسا جنگ ہے کہ جسمیں علی کے چپ و راست جبرئیل و میکائیل نہ رہتے تھے۔ الغرض وہ کونسا غزوہ پیغمبر ہے بجز جنگ تبوک کہ جسمیں علی پیغمبر کے علم بردار نہیں بنے اور وہ کونسا غزوہ پیغمبر ہے جو علی کے ہاتھ پر فتح نہیں ہوا۔ حتی کہ جتنے مثل بدر و احد وغیرہ پیغمبر ذوالجلال کی حیات بابرکات میں پیش آئے ہیں انمیں علی مرتضی کی شجاعت ذاتی اور فن پہلوانی کا وہ ظہور ہوا کہ جن کے سامنے سام و نریمان کی بہادری بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور پیغمبر خدا کے انتقال پر ملال کے بعد آپکو تین واقعہ پیش آئے ہیں۔ جنگ جمل۔ صفین۔ اور نہروان۔ ان تینوں میں آپکے ذاتی جوہر جلادت کے ساتھ آپ کا فن سپہ گری اور آداب حرب اور فوج کشی ظاہر ہوا کہ جن سے علی وجہ الکمال پایہ ثبوت کو پہونچگیا۔ کہ آپ اپنی تھوڑی سی فوج کیساتھ مقابل کی تعداد کثیر کو پسپا کر دیتے تھے۔ الغرض متفق امر ہے کہ عرب کی فصاحت کہ قران مجید نے اور شجاعت کو علی نے اپنے اعجاز امامت سے شکستت فاش دی۔ افسوس اہلبیت نبوی پر ثلاثہ کے خرجکو شجاعت اسلام سے تعبیر کیا گیا۔ مگر جنگ احد میں جبکہ اسلام اور بانی اسلام کو مٹایا جارہا تھا۔ اور یہ فرار ہوکر جبل احد کی گھاٹیاں تلاش کر رہے تھے۔ اسکو کیا کہینگے۔ اسوقت وہ شجاعت کہاں گئی تھی۔ اہلبیت نبوی کا گلا گھونٹ کر میراث پیغمبر کو جو درحقیقت اہلبیت نبوی کا حق تھا ضبطی کا حکم جاری کر کے شجاعان اسلام بنے۔ اگر جناب سیدہ نے اجلاس حضرت ابوبکر میں عموماً تمام میراث پدری اور خصوصاً قریہ فدک عذر کیا تو یہ کہکر کہ انبیا میراث صدقہ ہوتی ہے۔ دعوی خارج کر دیا۔ امیر جناب صدیقہ نے فرمایا کیا تمہاری میراث کی وارث تمہاری اولاد نہیں۔ اسکا کیا جب

ہیں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں۔ آخر مجبور ہو کر جناب سیدہ سے ثبوت طلب کیا کہ جس کی وجہ سے تم قریہ فدک کو عطیہ رسول قرار دیتی ہو۔ پیش کرو۔ جناب صدیقہ نے نوشتہ پیغمبر ذوالجلال اپنے والد بزرگوار کا مہر شدہ پیش کیا۔ حاشیہ کے گواہ طلب کئے۔ حضرت امام ایمن پیغمبر ذوالجلال کی دایہ حضرت علی اور حسنین علیہم السلام تھے۔ حضرت ابوبکر نے جناب صدیقہ کو فیصلہ ڈگری لکھدیا۔ مگر حضرت عمر نے یہ کہہ کر اس تحریر کو چاک کر دیا کہ گھر کے لوگوں کی شہادت قابل سماعت نہیں۔ من بعد حضرت علی نے فرمایا اگر میں حاضرین کی ملک کو اپنی قرار دیکر تمہارے یہاں دعویٰ کر دوں تو کیا کرو گے۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں تم سے گواہ طلب کرونگا۔ حضرت علی نے کہا ان سے گواہ کیوں نہیں طلب کرو گے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ کہ وہ ملک انکے قبضہ میں ہے اور اسپر متصرف ہیں۔ اس لئے انسے شہادت کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی نے کہا۔ علیٰ ہذا فدک حضرت صدیقہ کے قبضہ میں ہے۔ اور اس کا ماحصل تصرف میں رہتا ہے۔ اس لئے انسے گواہ لینا چہ معنی دارد۔ سچ ہے مقولہ

بگڑتی ہے جسوقت ظالم کی نیت ٭ نہیں کام آتی دلیل اور حجت

واہ کیا خوب شجاعت کر باب الاسلام توڑا جس کی داد کتب اہل سنت دے رہی ہیں۔ حضرت علی نے ثبوت کے لئے آیہ میراث بھی پیش کیں۔ مگر کون سنتا تھا۔ ایک جیب ہزار حجتوں کو پست کر دیتی ہے۔ دیکھا یہ ہے وہ اجتہاد جس کو خطائی الاجتہاد سے تعبیر کیا ہے جس کی آڑ میں اہل بیت نبوی کو شکار کیا۔ ہے نہ معلوم اوسوقت جامع قرآن میراث کی آیتوں کے ترمیم کی فکر میں تھے۔ یا مسند پیغمبر پر لیٹ کر خسترنیں نکال رہے تھے انہوں نے فدک پر اپنے داماد اور وزیر مروان کو خاص طور پر قابض اور متصرف کیا تھا۔ دیکھا یہ ہے وہ سنیوں کا قرآن بیاض عثمانی کہ جس نے فدک کا مستحق مروان کو بنایا

افسوس انس جیسے برگزیدہ صحابی نے بھی خوان ثلاثہ کے مرغن لقموں کے میں اسوقت کوئی
بھی روایت نہ کی مگر وضعی روایتوں میں آپنے خوب قلم توڑے ہیں۔ زید بن ارقم بھی
صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آپ بھی وضعی روائتیں خوشامد میں خوب بنائیں۔ موری کی
اینٹ منڈیر پر چڑھائیں۔ اور معرکہ کربلا میں جب سید شباب الجنۃ کو شہید کر کے دربار یزید
میں اہل بیت دی گئی بجز تنی بیچاری تھی۔ ان کو دیکھکر آپنے ذرا بھی لب کشائی نہ کی۔
کیونکہ آپ تو تماشائی تھے۔ اور کیوں نہ ہو اس بچارے کی خطا ہی کیا تھی۔ جب ابو ایوب
جیسے جلیل القدر انصاری مرغن لقموں کے لالچ میں نہ بولے۔ تو اور کون دم مار سکتا تھا
افسوس تو ایسوں پر ہے۔ کہ ان کی زبان سے کلمہ حق اہل بیت نبوی کے لئے نہ نکلا۔ تو
اوروں پر کیا گلا ہے۔ ابو عبیدہ تو کلمہ حق اہل بیت نبوی کیلئے کیوں ہی کہنے لگے تھے
کیونکہ اول تو آپ خلیفہ اوّل کے بہنوئی تھے۔ رشتہ داری کا پاس ملحوظ تھا۔ پھر سپہ سالار
لشکر اسلام ثلاثہ مقرر ہو گئے تھے۔ سقیفہ کی محنت کا ثمرہ ہاتھ آگیا تھا۔
ابو ہریرہ کا بھی اصحاب پیغمبر کی قطار میں شمار ہے۔ آپنے بھی سقیفہ کے نتیجہ کی امید پر وہ
تیر چلایا ہے کہ تا قیام زخم جاری رہیگا۔ مصنوعی روائتیں مروّج کر نمیں وہ حصہ لیا کہ اسلام
کا نقشہ ہی بدل گیا۔ حق اور باطل میں اگر امتیاز غیر ممکن نہیں۔ تو مشکل ضرور ہو گیا۔
انہی حضرت کی بدولت آج ایک اسلام میں بہتر فرقہ نظر آرہے ہیں۔ اور انہی کی مہربانیوں
سے دوستدار اطالبیت نبوی خانہ نشین بنگئے تھے۔ اور آپ کی۔ روایتوں کا اثر واقعہ
کربلا پر بھی خوب پڑا ہے اور کیوں ایسا نہ کرتا مسند خلافت کا مرکز کیسے بنتا۔
کاش اسوقت حضرت عائشہ اور حفصہ کی زبان سے ہی فاطمہ صدیقہ کیلئے کلمہ حق
نکلجاتا۔ مگر کیونکر یہ بیچاریاں ایسی مجبور تھیں۔ جیسے دو پاٹوں میں ایک چنا۔ اول تو

مجلس عام میں کیسے جا سکتی تھیں کیونکہ حرم پیغمبر تھیں۔ دوسرے اگر کچھ کہتیں تو والد کے خلاف ہو کر گھر کہاں بناتیں۔ مگر حضرت عائشہ نے علی کیساتھ جہاد کر کے میں خوب حصہ لیا ہے۔ آپکی یہ شجاعت داد دینے کے قابل ہے۔ حضرت امیر معاویہ کا نام بھی صرف جلیل القدر اصحاب پیغمبر کی فہرست میں درج ہی نہیں۔ بلکہ آپ خلیفہ پنجم تسلیم کئے گئے ہیں۔ آپ کے اسلامی کارہ نمایاں خاصکر قابل تذکرہ ہیں۔ اول تو سب وشتم اہل بیت نبوی پر آپکی ایجاد ہے۔ پھر حضرت علی سے کامل چار سال برادر بت پانچسال جہاد کر کے اسلام ثلاثہ کو قایم رکھا پھر امام حسن کو مجبور کر کے خلافت سے مستعفی کرا کر آپ خلیفہ بنے۔ اور بموجب شرائط ناتمہ سالانہ وظیفہ مقرر کردہ مسند خلافت پر بیٹھتے ہی بند کر دیا۔ واہ کیا خوب منصب خلافت کو انجام دیا۔ آپ کی یہ شجاعت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آخر کار حضرت فاطمہ اپنے دعوی میں ناکامیاب ہو کر ناراض ہو کر واپس چلی گئیں۔ اور تا زندگی ترک کلام فرمایا افسوس یہ خدمت اسلام ہے۔ یا مخالفت اسلام۔ سچ ہے۔

ہر مرا با در نمی آید ز روئے اعتقاد :: حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن۔

دیکھا رہے اسلام ثلاثہ کی ابتدائی صورت جو رودینے کے قابل ہے۔ اور حکایت بیحد دلشکن اور ناگفتہ بہ ہے۔ کہ اسلام نما کفر کے مقتداؤں نے پیغمبر اسلام کے ناشناس لوگوں کو اپنا متوالا بنا کر دنیا کے شکار کرنے میں خود شکار ہو گئے۔ افسوس جو لوگ کل خوان پیغمبر کے پس ماندہ ٹکڑوں کے کھانے والے تھے۔ وہی آج اہل بیت نبوی کے خلاف ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں ان بیچاروں کی خطا ہی کیا ہے۔ صاف بات ہے۔ مثل مشہور ہے جس کے ہاتھ میں ڈوئی اسکا سب کوئی۔ یہی ڈوئی کل علی کے ہاتھ میں تھی تا وفات پر آفات پیغمبر رہی۔ ان کے صدق دل سے سلامی تھے۔ وہی ڈوئی بعد حلت

پر عیبت پیغمبر حضرات شیخین کے ہاتھ میں ہے۔ کہ جسکی وجہ سے عطیات کی امید پر خوشامدیں
وضعی روایتیں گھڑتے کرتے لب خشک ہو جاتے ہیں آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ مسند
خلافت کے پھولدار قالینوں اور نرم گدوں اور خوان ثلاثہ کے انواع اقسام کے لذیذ کھانوں
کو چھوڑ کر کون علی کا ساتھ دیکر واجب القتل بنے۔ کیونکہ نہ تو وصول جزیہ کی توقع نہ خمس کا
سہارا نہ زکوٰۃ کی امید غرض آرزو و تمنا کے تمام ابواب بند پھر علی کا ساتھ دیجئے۔ تو کس
برتے پر انکی سی کہیئے۔ تو کس امید پر۔ اگر علی کی حمایت کیجئے تو کھائے کیا۔ رہیئے کہاں۔
خلق خدا دشمن اور اصحاب پیغمبر کی یہ کارروائی داد دینے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی الٹی
گنگا پہاڑ پر چڑھا گئے خواہ مسلم رہے یا منافق مگر ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹے۔ شاباش
کہیئے مہاجرین اور انصار کو۔ واہ اسلام میں کیا نمونہ پیدا کیا۔ سقیفہ کی بیعت کو خوب
نبھایا۔ تقاضا بھی ہو تو ایسی ہی ہو۔ حضرت عمر کے اس اعلان میں خوب غور کیا۔ جو
بوقت خلافت حضرت ابوبکر مسجد نبوی میں کیا تھا۔ کہ اے مسلمانوں کل سقیفہ بنی ساعدہ
میں جو کچھ ہوا وہ تم کو معلوم ہے اور میں نے جو کچھ کیا اور کہا وہ کوئی آیت قرانی نہ تھی
کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا حکم دیا ہو اور نہ کوئی وصیت نبوی تھی۔ جو میں نے اس کو پورا
کیا ہو۔ اور اس کے بعد حضرت ابوبکر نے یہ فرمایا۔ کہ اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کیجیو
اور اگر ٹیڑھا چلوں تو سیدھا کیجیو۔ اور سچائی امانت ہے۔ اس لئے اس کا پابند رہنا
پڑیگا۔ اور جھوٹ خیانت ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور تم میں جو ضعیف ہے وہ
میرے نزدیک قوی ہے۔ حتیٰ کہ میں اسکا حق واپس دلا دونگا۔ اور قوی میرے نزدیک
ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ میں مظلوم کا انتقام لیلوں۔ خوب اس اعلان کے شرائط
کو ملحوظ رکھا۔ افسوس حضرت ابوبکر کی تردید کے دور کی بذریعہ وحی معزولی اور

علی کا تقرر اور خم غدیر پر حضرت عمر کی علی کیلئے بار کباد کسکو سننے کا خوشی کسی کو بھی یاد نہ رہی واگیجی سنی اور اندھے پجاری۔

غور کرنا چاہئے کہ یہ اسباب کیوں ظہور میں آ رہے ہیں۔ بیگانہ کیوں بیگانہ ہو رہا ہیں۔ صرف اس لئے حق العباد کا پاس نہیں۔ دلوں میں خدا کا خوف نہیں۔ جس پاک مذہب کی تعلیم سیاہ دل کو روشن کر دیتی ہے۔ ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ توحید پڑھنے پر تمام معصیتوں سے رہائی دلا کر فردوس بریں کا وارث بنا دیتی ہے۔ اسکے ماننے والوں کی حالت ایسی کیوں ہو رہی ہے۔ یہ اسی غصب کا نتیجہ ہے۔ یہی غصب اپنوں کو بیگانہ اور احکام الٰہی سے منکر بنا دیتا ہے۔ اب آہ قران جھوٹی قسم کھانے کیلئے رہ گیا۔ اور بس غصب کا لفظ تو بہت چھوٹا سا ہے۔ صرف تین حرف ہیں۔ مگر اسکے شرار دنیا کے تمام آتش فشاں پہاڑوں سے سبقت لیگئے۔ اس فتنہ انداز لفظ نے بڑے بڑے موحدوں کو لب جہنم پہنچا دیا۔ اس کی پرستش نے دنیا کا چھوڑا نہ دین کا۔ خدا جانے اس میں کیا حلاوت ہے۔ جسکی خاطر قران مجید کو چھوڑا پیغمبر ذوالجلال سے رشتہ توڑا۔ دنیا کو عاقبت پر ترجیح دی۔ بہشت بیچی دوزخ خریدا۔ افسوس ہے آجکل کے مرید اپنے پیروں کی نذر ہزاروں روپیہ کر دینے کو فخر جانتے ہیں مگر حضرت شیخین نے اپنے پیر جناب اہل بیت کی علاوہ نذر کے انکا حق تلف کیا۔ اگر برخلاف اس کے پیران طریقت سمجھکر ہی حضرات شیخین فاطمہ صدیقہ کو فدک وغیرہ دیدیتے تو اگر گناہ ہوتا تو حضرت صدیقہ کو ہوتا۔ کیونکہ سیدانی ہو کر صدقہ کھاتیں۔ اور صحابہ مبرا ہوتے۔ مگر در حقیقت صحابہ سے یہ ایسی نالایق حرکت ہوئی کہ جس سے دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے

کب بھلا جائز خلافت ہے وہ دین اللہ کی :: جب نہ مانے اسکو بیٹی خود رسول اللہ کی
کسطرح ابوبکر کی برحق خلافت جان لیں :: فاطمہ ناخوش رہیں اور ہم خلیفہ مان لیں

جبکہ برحق تھی خلافت حضرت صدیق کی :. فاطمہ نے کیوں نہ اس کی عمر بھر تصدیق کی

حدیث حضرت علی سے روایت ہے۔ کہ حضور سرور عالم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اُس شخص پر جو میری اہل بیت پر ظلم کرے یا اُنسے لڑے۔ یا اُنکو لوٹے یا برا کہے۔ دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث زید بن ارقم سے مروی ہے کہ تحقیق پیغمبر ذو الجلال نے فرمایا ہے حضرت علیؑ۔ فاطمہ۔ اور حسنین علیہم السلام کے بارہ میں میری اس شخص سے لڑائی ہے جو ان سے لڑے اور اس شخص سے صلح ہے جو اُنسے صلح رکھے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔

حدیث جمیع بن امیر سے مروی ہے۔ کہ میں اپنی پھوپی کے ہمراہ حضرت عائشہ کی خدمت میں گیا میں نے پوچھا کہ لوگوں میں کون زیادہ محبوب تھا حضور سرور عالم کو حضرت عائشہ نے فرمایا فاطمہ میں نے کہا نہیں مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا۔ حضور سرور عالم کو فرمایا علی۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ ترمذی۔

حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اگر کوئی مابین رکن و قیام اپنے دونوں قدموں پر کھڑا ہو کر روزہ رکھے اور نماز پڑھتا رہے پھر اللہ تعالیٰ اسے جا ملے۔ اگر وہ آل محمد سے بغض رکھتا ہے تو دوزخ میں داخل ہوگا۔ دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث عبد اللہ بجلی سے مروی سے تحقیق پیغمبر ذو الجلال نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرا وہ شہید اور مغفور مرا۔ پس جنت میں داخل ہوگا۔ اور بروز محشر اس کی پیشانی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی آیت ہوئی ہوگی۔ اور جو شخص آل محمدؐ کی بغض پہ مرا وہ کافر مرا اور جنت کی بو تک نہیں سونگھیگا۔ دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث تحقیق حضور سرور عالم نے فرمایا ہے۔ کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ پس

جس نے اسکو غصہ دلادیا اس نے مجھے غصہ دلادیا۔ اور جس نے مجھے غصہ دلایا اس نے اللہ تعالیٰ کو غصہ دلایا۔ پس جگہ اس کی جہنم ہے۔ اس حدیث کو صحیح بخاری نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ اور امام سبکی نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ کہ جو حضرت فاطمہ کو غصہ دلاوے وہ کافر ہے دیکھو مناقب الفاطمیہ بحوالہ بخاری۔

حدیث امام بیہقی اور ابن عدی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے اہل بیت کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں سے کسی ایک بات کیوجہ سے ایسا کرتا ہے یا تو وہ منافق ہے۔ یا زنا کی پیدائش سے ہے۔ یعنی حرامی ہے۔ یا اسکی ماں کو حیض کیحالت میں حمل رہا۔ کیونکہ حیض کا حمل بھی زنا میں شمار ہے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ

حدیث تحقیق حضور سرور عالم نے فرمایا ہے کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا پس اس نے مجھے سلام کیا اور وہ آسمان سے اس سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ اس نے مجھے خوشخبری دی کہ بیشک حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اور بیشک فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔

اور اللہ تعالیٰ سورہ عمران میں فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ یعنی اللہ کے دین کی رسی سب ملکر مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ مت ڈالو۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ اس آیت کی تفسیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی قسم وہ اللہ کے دین کی رسی ہم اہل بیت نبوی ہیں۔ دیکھو صواعق محرقہ۔ اور اللہ تعالیٰ سورہ فاتحہ میں فرماتا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم۔ یعنی اے اللہ دکھا ہم کو راہ سیدھی۔

اور مسلم بن حیان سے مروی ہے۔ کہ میں نے بریدہ کو کہتے ہوئے سنا ہے صراط مستقیم سے محمدؐ اور آل محمدؐ کا طریقہ مراد ہے۔ دیکھو معالم التنزیل

حدیث عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ قُل لَّآ أَسْئَلُکُمْ عَلَیهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ سورہ حم۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے میرے حبیب کہدو ان لوگوں سے کہ میں تم سے احکام الٰہی پہونچانے کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر اہل بیت کی محبت چاہتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپکے اہل بیت کون ہیں۔ کہ جنکی محبت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمکو حکم دیا ہے آپنے فرمایا علی۔ فاطمہ۔ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔ معجم کبیر۔

اور امام بیہقی۔ بغوی اور امام شافعی نے تنقیص فرمائی ہے۔ یَا أَهْلَ بَیْتِ رَسُولِ اللّٰهِ حُبُّکُمْ۔ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهٗ یَکْفِیْکُمْ مِّنْ عَظِیْمِ الْفَخْرِ أَنَّکُمْ۔ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ۔ یعنی اے اہلبیت نبوی تمہاری محبت کو فرض کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قران مجید نازل شدہ میں۔ اور کافی ہے یہ فخر تمہارے مرتبہ کی بڑائی کا۔ اور جو شخص تمپر درود نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا دیکھو سورہ احزاب۔ اللہ اور فرشتہ درود بھیجتے ہیں نبی پر اور اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو نبی پر۔

حدیث کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ جب آیہ درود نازل ہوئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر کس طرح درود اور سلام بھیجا کریں۔ آپنے فرمایا کہ اے اللہ رحمت بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسی تونے رحمت بھیجی ابراہیم اور آل ابراہیم پر تحقیق اللہ بزرگ ہے دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث حضور سرور عالم نے فرمایا ہے کہ مجھہ پر دم بریدہ اور بے برکت درود مت پڑھا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ دم بریدہ اور بے برکت سے کیا مراد ہے۔ آپنے فرمایا

مجھ پر درود پڑھو اور میرے اہل بیت کو شامل نہ کرو۔ تو ایسا درود دم بریدہ اور بے برکت
بلکہ ناقص ہے اور یوں پڑھا کرو۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وّآل محمدٍ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔
حدیث پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ جو درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔
حدیث ابوذر غفاری سے مروی ہے۔ کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
تم میں میرے اہل بیت مثل سفینہ نوح ہیں۔ جو ان کی قوم کے لئے تھی۔ جو اس پر سوار
ہوا نجات پا گیا۔ اور جو مخالف ہوا غرق ہوا۔ دیکھو ارجح المطالب۔
حدیث جابر سے مروی ہے کہ تحقیق فرمایا ہے حضور سرور عالم نے اے لوگو میں تم میں
دو چیز چھوڑتا ہوں۔ اگر تم ان کو پکڑ لو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ اللہ
کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔ نیز ترمذی نے اس حدیث
کو بسند حسن روایت کیا ہے۔ غور فرمائے کہ آل محمد کو جو شرف قدرتی طور پر حاصل ہے
اس کا انکار سوائے منکر اسلام کوئی مسلمان ہرگز نہیں کر سکتا۔ بالاتفاق آیہ مباہلہ سے
آل محمد کی پیغمبر خدا سے خصوصیت اور آیہ تطہیر سے عصمت اور آیہ درود سے عظمت اور
آیہ مودۃ سے آل محمد کی محبت کا وجوب حدیث ثقلین سے اقتدا و اتباع فرض عین ہے
اب کوئی صادق مسلمان خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہے کہ بعد پیغمبر خدا افضل البشر آل محمد
ہیں یا حضرت ابوبکر۔ ورنہ یوں تو ہر شخص آزاد ہے۔ جس کا جو دل چاہے کہے یا کرے۔
اور درجہ امامت اللہ تعالیٰ کی ایسی بے بہا دولت عظیم ہے۔ کہ جس کے لئے حضرات
شیخین تو کیا ملائکہ بھی کف افسوس ملتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بھی غیر مستحق
سمجھ کر انہیں لوگوں کو کہ جن کا حق ہے روز ازل میں ہی اس شرف سے مشرف کر دیا۔
اب جس کا دل چاہے مدعی امامت بنکر اپنی کشتی اور کذب کا ثبوت دیا کرے۔

ورنہ آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین سے ظاہر ہے کہ پیغمبر خدا تمام صحابہ اور امت میں دو چیزیں قابل تمسک چھوڑ گئے ہیں - اگر صحابہ اور مسلمان انکی پیروی کرتے تو ہرگز گمراہ نہوتے مگر مسلمانوں نے کتاب اللہ اور اہل بیت نبوی کو چھوڑ دیا - اور حضرات ثلاثہ کی اقتدا کر کے گمراہ ہوگئے -

ظریف احمد - واقعہ فدک میں حضرت ابوبکر کی خطاء فی الاجتہاد حضرات اہل سنت کہتے ہیں دیکھو ارجح المطالب -

احمد حسن - معاملہ فدک میں خطاء فی الاجتہاد کے اقرار سے یہ تو آپ ضرور سمجھ گئے ہونگے کہ واقعہ فدک یقیناً ظہور پذیر ہوا - خیر خدا کا شکر ہے گو غصب نہ کہا مگر خطا کا اقرار تو کیا یہی غنیمت ہے - بھائی صاحب یہ زبردستی کا اجتہاد ہے - ورنہ نصوص قرانی و احادیث نبوی میں اجتہاد کو کیا دخل - غور فرمائیے دربارہ ترکہ جو حدیث وضع کیگئی ہے وہ بالکل پیغمبر خدا پر تہمت ہے - کہ پیغمبر خدا کا یہ فرمانا - نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ - قرآن مجید کے خلاف ہے - کتاب اللہ نے تو تقسیم میراث کیلئے تمام وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ کو بالکل مفصل بیان کر دیا - دیکھو سورہ النساء یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ - یعنی اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے - تمہاری اولاد کے حقوق میراث کے بارے میں کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو نیز وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوُدَ - یعنی وارث ہوا سلیمان اپنے باپ داؤد کی میراث کا پھر نہ معلوم توریت انجیل اور فرقان غرض جملہ کتب سماوی یا جملہ ادیان کے خلاف کیونکر یہ حدیث صادق ہے - یعنی ہم گروہ انبیا کی میراث صدقہ ہوتی ہے -

اگر اپنی نسبت ایسا فرماتے تو مضائقہ نہ تھا - مگر تمام انبیا علیہم السلام کی نسبت

ایسا فرمانا بعید از قیاس ہے کیونکہ اگر انبیا ء سابقین اپنے ترکہ پدری سے یا انکی اولاد انکے ترکہ سے اسحدیث کے مطابق محروم کئے جاتے تو مان لیا جاتا۔ پھر اگر انبیا کی میراث صدقہ ہوتی ہے تو حضرت فاطمہ ہرگز اپنے والد پیغمبر خدا کی میراث کا دعویٰ نہ کرتیں۔ کیونکہ حضور کا مقدس مقولہ ہے کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر صدقہ حرام ہے۔ اسیوجہ سے حضور سرور عالم نے امام حسین کے حلق میں انگلی سے ایک چھوہارا نکالدیا تھا۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ

پھر اگر حضرت فاطمہ اپنے والد پیغمبر کی میراث کی وارث نہیں تو حضرت ابوبکر کونسے قانون کی رو سے پیغمبر خدا کی میراث کے وارث قرار پاتے ہیں۔ شرعی یا رواجی۔ اگر کسی اسلامی یا غیر اسلامی قانون کی رو سے داماد کی میراث کا وارث خسر ہو سکتا ہے۔ تو نظیر پیش کرو۔ اگر یہ حدث وضعی ہے تو پھر کیوں حقوق اہل بیت نبوی کو غصب کیا اگر وضعی نہیں تو نص کے خلاف کیوں، پس دونوں صورتوں میں جناب ممدوح ملزم قرار پاتے ہیں واہ کیا خوب حسبنا کتاب اللہ کی تصدیق ہے۔ اسمیں غور طلب امر یہ ہے کہ امین صادق پیغمبر ذوالجلال کی بیٹی جنکو آپنے صدیقہ اور سیدۃ النساء اہل الجنۃ فرمایا ہے اجلاس حضرت ابوبکر میں دعویٰ ترکہ پدری پر گواہ طلب کرنا پھر اہل بیت پیغمبر کی شہادت پر دعویٰ جناب صدیقہ خارج کر دینا کوئی صادق مسلمان اپنے ایمان سے کہدے کہ فریقین میں کون حق بجانب تھا۔ اگر جناب ممدوح کو صدیق مانا جائے تو کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر جناب صدیقہ کو مدعیہ صادق قرار دیتے ہیں تو جناب ممدوح کی قلعی کھلتی ہے۔ حالانکہ جناب صدیقہ نے اپنے استحقاق وراثت کو بار بار جتایا۔ کہ دیکھو کل کی بات ہے۔ ابھی تو پیغمبر خدا کا کفن بھی میلا نہیں ہوا۔ جو حقوق اہلبیت نبوی غصب کرنے لگے۔ مگر اسکا جواب جس مکان کے دروازہ پر ملائکہ مقربین سر تسلیم خم کرکے زانوئے ادب جھکاتے تھے اور مکینوں سے کلام میں سبقت کرنا گستاخی جانتے تھے اس مکان

کو آتش زدگی کی دھمکی دینا اور اس مکان کے مکین حضرت علی فاطمہ اور حسنین علیہم السلام تھے
دیکھو ملل ونحل۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے ایسے مجتہدوں کے حال پر کہ جو لکھے پڑھے اور نام
رکھنہ یا محمد فاضل۔ جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو اجتہاد سے تعبیر کر کے بندگان
خدا کے حقوق ہضم کر کے ڈکار تک نہیں لیتے۔ کیا ایسے ہی مجتہدوں کو افضل البشر
کہتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہیں۔ اندھوں میں کانا سردار ہوتا ہی ہے۔ نا اہمید خواہ
جانیں یا جانیں اہل بیت کو پہچانیں یا نہ پہچانیں مگر قران بغل میں دبا کر دراز ریش عالم بن کر
اپنی دال چپاتی کا ڈھنگ خوب بنا رکھا ہے۔ علم والوں کو پوچھتا ہی کون ہے۔ اگر علم
کے قدردان ہوتے تو اہل بیت نبوی کی اقتدا کر کے فلاح عاقبت حاصل کرتے

وہ مکان جس کا فرشتوں نے ہو واجب احترام ؛ وہ مکان وحی خدا آتی رہے جسمیں مدام
وہ مکان نازل ہو قران جس میں صبح و شام ؛ وہ مکان ہے جہاں اللہ خود اپنا پیام
وہ مکان جو رحمت رب ہو زمانہ کے لئے ؛ آئیں اصحاب نبی اس کو جلانے کیلئے

ظریف احمد۔ حدیث کی صداقت کی کیا دلیل ہے۔

احمد حسن۔ جو حدیث قران مجید کے مطلب پر دلالت کرے وہی صادق ہے ورنہ کاذب

ظریف احمد۔ حضرت فاطمہ اپنے والد کی تمام میراث کی وارث تھیں۔ تو خاصکر فدک
کی کیوں مدعیہ تھیں۔

احمد حسن۔ فدک خیبر کے ملحق ایک موضع تھا۔ اہل فدک نے اسلامی فتوحات اور
یہودیوں کی ہزیمت دیکھی تو خوف کھا کر قبل اس کے کہ ان پر چڑھائی کیجائے انہوں نے با ایں
شرط صلح کا پیغام بھیجا کہ نصف اراضی فدک پیغمبر خدا کو دیدیں۔ اور نصف کے ہم
مالک رہیں۔ چنانچہ آپنے اس شرط کو منظور فرمالیا۔ اور اہل فدک اپنے نصف حصہ پر

مالکانہ اور نصف حصہ پرستاجر بنکر قابض رہے ۔ اب چونکہ قریہ فدک بغیر فوج کشی پیغمبر خدا
کے ہاتھ آیا اس لئے آپ کا بغیر شرکت خالص ملکیت تھا ۔ پس جبرئیل نازل ہوئے اور
آیہ کریمہ وآت ذالقربیٰ حقہ لائے ۔ تو پیغمبر خدا نے فرمایا اے اخی جبرئیل میرے ذالقربیٰ کون
اور ان کا کیا حق ہے ۔ جبرئیل نے جواب دیا کہ آپ کے ذالقربیٰ جناب فاطمہ اور حق انکا فدک
ہے ۔ پس آپ نے جناب فاطمہ کو مرحمت فرمایا اور ھبہ کر دیا ۔ چنانچہ اسوقت وہ معصومہ
قابض اور متصرف ہوئیں ۔ اسوجہ سے خاصکر فدک کا آپنے دعویٰ کیا ۔ اور قریہ فدک
کی سالانہ آمدنی چار ہزار درہم طلائی تھے ۔ اور ایک درہم طلائی دس روپیہ کے برابر ہوتا ہے
پس بحساب سکہ مروج انگریزی چالیس ہزار روپیہ ہوئے ۔ دیکھو معارج النبوت
مگر مخالفین جناب سیدہ فدک کو خفیف قرار دیکر کہتے ہیں ۔ کہ فدک تھا ہی کیا چند کھجور
کے درخت تھے ۔ کہ جن کی سالانہ آمدنی چودہ آنہ سے زیادہ نہ تھی ۔ اگر بالفرض مان لیا
کہ فدک کی آمدنی صرف چودہ آنہ سالانہ تھی ۔ تو نہایت افسوس کا مقام ہے ۔ کہ حضرات
شیخین نے ایسی قلیل شئے کو ضبط کر کے تا قیام قیامت اپنے اوپر الزام رکھ لیا ۔
پھر اگر فدک کوئی علاقہ نہ تھا ۔ صرف چند کھجور کے درختوں کا ایک مختصر باغ تھا ۔ تو
عمر بن عبد العزیز کے وقت تک اس کا قائم رہنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جسکو خلیفہ گرامی
نے آل محمد کو واپس کر دیا تھا ۔ پھر متوکل نے فدک چھینکر اپنے حجام کو دیا ۔ ہرگز یہ امر قرین
قیاس نہیں ۔ کہ متوکل نے اپنے حجام کو صرف چودہ آنہ آمدنی کی جگہہ بخشش کی ہو ۔
کیونکہ فدک دار السلطنت بغداد سے ۳ ماہ کی راہ پر واقع ہے ۔ پس ظاہر ہے ایسا
دینا نہ دینا برابر ہے ۔ پھر یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ حجام نے اتنی قلیل آمدنی کی جگہ جو
فاصلہ دراز پر واقع ہو قبول کیا ہو ۔ اور اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ خلفاء بنی عباس

متمول ترین سلاطین زمانہ تھے۔ لکھوکھا روپیہ مقتضائے نفسانیت سے اپنے ہوا خواہوں کو دے ڈالتے تھے۔ پس ایسی قلیل آمدنی کی جگہ اپنے معتمد حجام کو دیکر یہ ذلت گوارائی ہوگی۔ الغرض معارج النبوۃ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور وہ جگہ آمدنی کے اعتبار سے معقول حیثیت رکھتی تھی۔ ابن عباس اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا انجام بنی عبدالمطلب کو مال فدک تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

غور فرمائے کہ مشرکان قریش اور بعض یہودی بچوں نے داخل اسلام ہوکر اپنی اپنی جاگیروں کی ضبطی اور نقصان جلاوطنیوں اور قصاص مقتولین وغیرہ کا بدلہ اکثر احادیث وضع کرکے لیا اور خلافت کا عروج دیکھکر اہل بیت نبوی کی عزت پر خوب خوب ہاتھ صاف کئے۔ جسطرح قابو ملا اذیت پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ اور چونکہ دوراندیش دشمنوں نے دولت خرچ کرکے اپنے فضائل پہلے ہی بنوا رکھے تھے پس کوتاہ بین لوگوں نے اسی کو حق سمجھ لیا۔ اسی طرح ان کی نسلوں نے پس صدیوں کی بات کو سوں کے واقعات کون سمجھے کسکو سچ کسکو جھوٹ بتائے۔ کون تحقیق کی مصیبت اٹھائے۔ مذمت اہل بیت کے قصص پرانے ہوکر جزو ایمان بنگئے۔ ان پر بڑی بڑی عمارتیں قایم ہوچکیں۔ انکی تفضیحات کی تعلیم کی اشاعت کے لئے مدارس جاری ہیں۔ بڑی بڑی تنخواہوں پر مولوی صاحبان نوکر ہیں۔ فی الحقیقت ایسی حق گوئی کی حماقت شیعوں ہی کے سرمنڈھی رہنے دو۔ اگلے جو ڈگر چل گئے انہی کے پیچھے چلے چلو۔ عذاب ثواب ان کی گردن پر ہے۔ مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں اپنے حلوے مانڈے سے کام رکھو۔ اللہ بس باقی ہوس۔

ظریف احمد۔ جب کہ حضرت علی شجاعان عرب مشہور تھے۔ تو اپنے حقوق اصحاب

ثلاثہ سے بزور شمشیر کیوں نہ حاصل کئے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کے نزدیک
اصحاب ثلاثہ کی خلافت برحق تھی ۔

احمد حسن ۔ قبل از رحلت پیغمبر نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ میرے بعد اپنے مخالفین سے
تلوار مت کھینچنا تاکہ اسلام جو اس وقت ابتدائی حالت میں تھا ۔ برباد نہ ہو جائے
غور فرمائیے کہ جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر میقات میں تشریف لیگئے اور اپنے بھائی
ہارون کو اپنا جانشین بناگئے تو بنی اسرائیل نے حضرت ہارون کے خلاف ہو کر گئوسالہ
پرستی اختیار کی تو حضرت ہارون نے جہاد بالسیف سے سکوت کیا مگر جہاد باللسان
ضرور کرتے رہے ۔ حالانکہ حضرت ہارون نبی تھے ۔ اور توریت کی رو سے امر جہاد بالسیف
جائز بھی تھا پس حضرت علی کا جہاد بالسیف نہ کرنا اس مصلحت پر مبنی تھا اگر حضرت ہارون
بنی اسرائیل کیخلاف جہاد کرتے تو دین موسوی ہرگز قایم نہ رہتا ۔ علیٰ ہذا اگر حضرت علی
اصحاب ثلاثہ کیخلاف جہاد کرتے تو دین محمدی ضرور صفحہ ہستی سے مٹجاتا ۔ اور بنی اسرائیل
کا گئوسالہ پرستی اختیار کرنا اور اہل مدینہ کا امام برحق سے موہنہ موڑ کر اپنا خلیفہ بنا
لینا یہ دونوں امر آپسمیں بہت کچھہ مشابہت رکھتے ہیں ۔ دیکھو انوار نعمانیہ ۔
اور جاہد الکفار والمنافقین کی تفسیر میں علمائے فریقین سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار
سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے ۔ دیکھو بخاری جلد سوئم
حدیث حضرت علی سے مروی ہے ۔ کہ مجھہ سے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یا علی جب لوگ دنیا
سے رغبت کرینگے اور آخرت کو چھوڑ دینگے اور لوگوں کی میراث کھا جائینگے اور دین کو
خرابی میں ڈالیں گے ۔ اور اللہ کا مال لوٹینگے اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا ۔ میں نے
عرض کیا کہ میں انکو چھوڑ دونگا ۔ اور جو وہ اختیار کرینگے اس کو ترک کر دونگا ۔ اور اللہ

اور اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرونگا۔ اور مصیبتوں پر صبر کرونگا۔ یہانتک کہ
میں انشاء اللہ آپسے ملاقات کروں۔ حضور نے فرمایا سچ کہا تو نے اور آپنے دعا فرمائی۔
کہ اے اللہ علی کو استقلال دیجئے۔ دیکھو ارجح المطالب۔
چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو آپنے فرمایا قوم
جانتی ہے کہ میں امر خلافت میں مشغول ہوں۔ اس لئے بیت المال سے اپنے اہل وعیال
کو کھانے کو دونگا۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔
ابن سعد سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر کی دو ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئی۔ تو آپنے فرمایا کہ
میرا کنبہ زیادہ ہے۔ اس تنخواہ پر میرا گذرا وقات نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کی تنخواہ ڈھائی ہزار
درہم مقرر ہوئی۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔
ابن سعد حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب میں فقیر ہو جاتا تھا تو بیت المال سے
قرض لے لیا کرتا تھا۔ اور بعض دفعہ داروغہ بیت المال آپ پر تقاضا کرتا اور آپ تنگ
دستی کیوجہ سے ادا نہ کر سکتے۔ تو داروغہ بیت المال مجھے الزام دیا کرتا تو آپ حیلہ حوالہ
کرتے۔ دیکھو تاریخ الخلفا۔ اور عمرو بن عاص ومعاویہ بن ابوسفیان نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس دن پر لعنت کرے جسدن مجھے عمر ابن خطاب کا محکوم ہونا پڑے۔ خدا کی قسم میں نے
خود عمر اور اسکے باپ خطاب کو دیکھا ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں کے اوپر قطران
ٹاٹ کی چادر ہوتی تھی۔ جوان دونوں کو صرف گھٹنوں تک ڈھکتی تھی۔ اور دونوں
کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا دھرا رہتا تھا۔ حالانکہ میرا باپ عاص بن وائل قیمتی لباس
پہنا کرتا تھا۔ دیکھو ازالۃ الخفا فارسی مقصد دوم صفحہ ۱۸۳ ختم حاشیہ کے اوپر دیکھو
ابتدا میں۔ نیز اسماء بنت ابوبکر نے قاسم بن محمد بن ابوبکر سے کہا مجھے اپنی بہن عائشہ

ہوئے ترکہ میں سے غابہ میں کچھ جائداد ہاتھ آئی ہے۔ مجھے معاویہ اس کے عیوض ایک لاکھ روپیہ دیتے مگر میں نہیں بیچی۔ یہ جائداد تم لے لو۔ صحیح بخاری کتاب الہبہ

اور حضرت عثمان کا چچا حکم فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر اس نے پیغمبر خدا کے ساتھ غداری کی تھی اس لئے آپ نے اسکو جلاوطن کر دیا تھا۔ مگر حضرت عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اس کو وطن بلالیا۔ اور خزانہ عامرہ سے ایک لاکھ درہم بخشند نے اور اسکے بیٹے مروان کو اپنا داماد بناکر اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور خلافت کی مہر اسکے حوالہ کر دی اور عمر بن عاص کو مصر کی گورنری سے معزول کر کے اپنے سوتیلے بھائی عبداللہ کو اسکی جگہ مقرر کیا اور عبداللہ بن سعد کچھ دن کاتب وحی رہا تھا۔ مگر اس نے یہ شرارت شروع کی کہ وحی لکھنے میں اپنا دخل دینا شروع کیا۔ اور کم و بیشی کرنے لگا۔ اس کی یہ شرارت فی الفور ظاہر ہو گئی وہ سزا کے خوف سے مکہ بھاگ گیا۔ فتح مکہ پر حضور نے اسکے قتل کا حکم جاری کیا تھا۔ مگر حضرت عثمان کی سفارش سے اس کی جان بخشی کی گئی۔ حضرت عثمان نے اپنے ایک اور بھائی جسکا نام ولید بن عقبہ تھا جس کے باپ عقبہ نے ابتدائے اسلام میں پیغمبر خدا کا گلا گھونٹ کر آپ کو ادھ موا کر دیا تھا۔ اور جسکا چال چلن بھی مشتبہ تھا کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور حضرت عثمان کے چچیرے بھائی امیر معاویہ کو جس نے حضرت علی سے کامل چار سال بروایت پانچ سال خوب جنگ کئے۔ شام کا گورنر خلیفہ ثانی نے ہی مقرر کر دیا تھا۔ اور حضرت عثمان خلافت کے متحمل اس لئے نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ آپ ضعیف العمر تھے اور دنیاوی شان و شوکت اور عیش و عشرت میں پڑ گئے تھے۔ کیونکہ آپ بڑے جاہ طلب پکے دنیادار تھے۔ دیکھو تاریخ الاسلام جلد چہارم چنانچہ علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں۔ کہ اصحاب پیغمبر حسد اور بغض کیوجہ سے درست راستہ سے

پھر گئے اور صرف حکومت کے لئے آپسمیں تنازع کیا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ میں خلافت ثانی میں حضرت عمر کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ علی کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں میں نے کہا وہ اجرت پر ایک باغ میں پانی بھرتے ہیں۔ اور تلاوت قران مجید کرتے جاتے ہیں حضرت عمر نے کہا سچ کہو کیا علی کے دل میں ادعائے خلافت اب بھی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے اپنے باپ سے بھی یہی بات دریافت کی تو انہوں نے کہا علی کا دعوی اسچا ہے۔ حضرت نے کہا کہ قسم خدا کی پیغمبر خدا کو مرض الموت میں علی کے نام کی صراحت کر دینے سے میں مانع ہوا۔ دیکھو تاریخ بغداد۔ تاریخ اسلام جلد چہارم میں مسطور ہے کہ درحقیقت سزاوار خلافت علی ہی تھے۔ کیونکہ آپ بڑے حلیم اور بردبار صلح کل اور امن پسند تھے شجاعت اور مردانگی آپکے رگ وریشہ میں پیوست تھی۔ اور روحانی علوم وحکمت اور فلسفہ اسلام میں ممتاز تھے۔ دنیوی جاہ جلال اور شان وشوکت کی آپکے دل میں ذرا بھی محبت نہ تھی۔ اور آپ پیغمبر خدا کے چچازاد بھائی اور شریف ترین قبیلہ بنی ہاشم سے تھے اور آپکے والدین دونوں ہاشمی النسب تھے۔ اور آپ پیغمبر خدا کی کنار عاطفت وشفقت میں ابتدا سے رہ کر آپسے تعلیم وتربیت اور دائمی فیضان صحبت سے ظاہری اور باطنی کمال حاصل کئے۔ گویا آپ نے زمانہ جاہلیت پایا ہی نہیں۔ اور یہ خصوصیت بجز علی کسی کو بھی حاصل نہیں۔ حدیث ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ تحقیق پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ علی مثل کعبہ ہے اسکی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور اس کا حج فرض ہے۔ دیکھو ارجح المطالب۔ حدیث ابن عباس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے یا علی تو بمنزلہ کعبہ ہے۔ چاہئے لوگ تیرے پاس آئیں نہ کہ تو لوگوں کے پاس جائے۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر امر خلافت کو تیرے سپرد کریں تو قبول کیجیو نہ آئیں تو ان

کے پاس مت جائیو حتیٰ کہ وہ تیرے پاس خود آئیں۔ دیکھو ارجح المطالب۔

ابو ہریرہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ علی میں تین فضیلت ایسی ہیں اگر مجھے ان میں سے ایک بھی ہوتی تو میرے نزدیک تمام دنیا سے محبوب ہوتی لوگوں نے سوال کیا وہ کیا ہیں تو جواب دیا کہ اول تو پیغمبر خدا نے اپنی مقدس بیٹی فاطمہ سے انکا نکاح کیا دوسرے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور وہاں جو کچھ ان دونوں کو جائز ہے وہ مجھے نہیں تیسرے جنگ خیبر میں اپنا جھنڈا ان کو عطا کیا دیکھو تاریخ الخلفا

غور فرمائے کون سلیم المزاج اس بیت المال کو بیت المال کہہ سکتا ہے۔ بلکہ یہاں تو بروایت ابن سعد مالکانہ تصرف اور بروایت تاریخ اسلام ناجائز تصرف ثابت ہے۔ کہ افضل مستحقین کو چھوڑ کر مفضول غیر مستحقین کو دیا۔ افسوس عوام تو مزے اڑائیں اور اہل بیت پیغمبر مزدوری پر اوقات بسر کریں۔ خفیف الاوقات لوگ بڑے عہدوں اور عطیہ کے مستحق مگر اہل بیت پیغمبر کو چراس تک بھی میسر نہ ہو۔ باپ کا کلمہ پڑھیں مگر بیٹی کیخلاف غضب ہے کہ بیٹی کو باپ کی امت سے ایک بھی گواہ صادق میسر نہ ہو۔ تاکہ کوئی یہ کہدے کہ قریہ فدک حضرت فاطمہ کا حق ہے۔ اور یہ حضرت عمر کی لاجواب پولیٹکل قابلیت کا نتیجہ ہے۔ آپنے یہ سمجھ کر اگر چلگیا تیر ورنہ تکا۔ حضرت ابوبکر ایک سن رسیدہ شخص کو خلیفہ بنانیکی تجویز اس غرض سے نکالی کہ اگر کامیابی ہوگئی تو لامحالہ تیری طرف خلافت منتقل ہوجائیگی اور اگر ناکامیابی ہو تو یہ حماقت اور ذلت اس بڈھے کے سر منڈھی جائیگی۔ بالآخر آپ کو کامیابی ہوئی اور حضرت ابوبکر کے پردہ میں آپ خلیفہ بن بیٹھے کیونکہ حضرت ابوبکر کو اپنے زمانہ خلافت میں پورا اختیار حاصل نہ تھا۔ اگر پورا اختیار ہوتا تو حضرت عمر کو فیصلہ فدک حضرت ابوبکر کا تحریر شدہ چاک کرنے کی ہرگز جرأت نہ ہوتی

الغرض آپ نے اپنے مخالفانہ جذبات کو پورا کیا حتیٰ کہ اپنے بعد بھی حضرت علی کو خلیفہ نہ ہونے دیا۔
اور ایسی پارٹی قایم کی کہ جس سے حضرت عثمان کو خلیفہ قرار دیا۔ اور اسلام میں ایسی بیعنوانیاں
اور بے اعتدالیاں پیدا ہوئیں کہ جن سے شیرازہ اسلام منتشر ہوگیا۔ اور انہی بے اعتدالیوں
پر حاشیہ چڑھانے کیلئے ان کے مقلدین خلفاء بنی عباس نے اشاعت تعلیم کو لغرض
ترقی مذہب اہل سنت علمائے اہل سنت کے ایماسے ہمیشہ بند رکھا۔ اور ایک پاؤ پارہ
قران مجید جو صرف نماز کے لئے کافی ہو اس سے زیادہ پڑھنے کی عام طور پر اس لئے اجازت
نہیں کہ عام لوگ تعلیم حاصل کر کے شیعان اہل بیت پیغمبر میں داخل نہ ہو جائیں۔ انہوں نے
لوگوں کو ہمیشہ جاہل بنا کر ان کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھی اور جب انکی حکومت معدوم ہوگئی
اب عوام کو دین حق سے روکنے کیلئے وعظ کا یہ جزء اعظم قرار دے رکھا ہے۔ کہ شیعوں کی
مجلس میں جانا ناجائز۔ تعزیہ دیکھنا بدعت حتیٰ کہ مستورات کو تعزیہ دیکھنے سے نکاح
فسخ الغرض۔ شیعوں کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ پس ایسی صورت میں ظاہر ہے
کہ ان کی نسل والدالزنا ہوئی۔ نیز یہ بھی درست ہے شیعوں کی بات کیسے قابل سماعت
ہوسکتی ہے۔ جب حضرات شیخین نے معاملہ فدک میں حضرت علی اور ام ایمن سرور عالم
کی دایہ اور حسنین علیہم السلام کی شہادت تسلیم نہیں کی۔ تو پھر عام شیعوں کی
شہادت کیسے قابل سماعت ہوسکتی ہے۔ الغرض جرم ارتداد کے فتوے جڑ کر نفاق
کی تخم ریزی کیجاتی ہے۔ کہ جس سے بیچارے عام سنی شتر بے مہار کیطرح آوارہ بنادے
مگر واہ رے مذہب حقہ کہ جس کی رکاوٹ اور بھی اس کے چاروں طرف پھیلکر بہنے
کا سبب ہوتی ہے۔ باوجود اس ممانعت کے ہر جگہ سنی شیعہ ہوتے جاتے ہیں مگر محقق
شیعہ سنی نہیں ہو سکتا۔ تجربہ شاہد ہے۔

ظریف احمد۔ حضرات اہل سنت اسلام جناب ابوطالب کے قائل نہیں۔ دیکھو بخاری
احمد حسن۔ پیغمبر یا امام کا باپ ہرگز منکر اسلام نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت ابراہیم کا چچا آذر
عوام میں باپ مشہور ہے یہ غلط ہے بلکہ آپکا والد تارخ تھا۔ اور وہ آپ پر ایمان لا چکا تھا۔ علیٰ ہذا
پیغمبر خدا کے والد حضرت عبداللہ اپنے آبائی مذہب ملت ابراہیمی کے موحد مسلمان تھے۔ کیونکہ
آپ پیغمبر خدا کے بعثت نبوت سے پیشتر انتقال کر چکے تھے۔ چنانچہ جناب ابوطالب کے اسلام کی
نسبت تحفۃ الحفاظ میں عبدالسلام بن محمد بن حسن لکھتے ہیں۔ اِتَّفَقَ اَئِمَّۃُ اَھلِ البیت اِنّ ابا
طَالِبُ کان مسلماً خلاف اہل البیت فی اسلامیہ۔ یعنی آئمہ اہل بیت علیہم السلام اس بات
پر متفق ہیں۔ کہ جناب ابوطالب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور انکے اسلام میں اہلبیت کیخلاف روایتیں
معتبر نہیں اور انسان العیون میں علامہ علی بن برہان دین الشافعی لکھتے ہیں۔ اور مقاتل سے
روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب ابوطالب نے اپنی وفات کیوقت بنی ہاشم کو وصیت کی کہ اے
گروہ بنی ہاشم تم محمد رسول اللہ کی اطاعت کرو اور اسکو سچا جانو۔ ہدایت پکڑو گے رستگاری
پاؤ گے۔ اور اس روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں بھی لکھا ہے۔
ابن عساکر اپنی تاریخ میں جناب ابوطالب کے اسلام پر صاف طور پر قائل ہوئے ہیں۔ خود جناب
ابوطالب کے چند اشعار لکھے ہیں کہ جن سے انکا اسلام لانا ثابت ہے چنانچہ ان اشعار کا مطلب
یہ ہے یعنی ہدایت کی تو نے مجھکو اور میں نے سمجھ لیا کہ اے محمد تو سچا ہے اور بیشک تو نے سچ کہا
ہے۔ اور تو پہلے ہی سے امین ہے۔ اور جان لیا میں نے کہ دین محمدی تمام خلقت کے دینوں
سے بہتر ہے۔ اور جب پیغمبر خدا کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا۔
تو جناب ابوطالب جناب پیغمبر خدا کے کفیل حال ہوئے۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں علامہ ابن حجر
لکھتے ہیں۔ کہ جناب ابوطالب نے پیغمبر خدا پر جان و مال قربان کر دی اور کفار قریش کے مخالف

ہمدردی کے قائل ہیں۔ غور فرمائیے کیا جناب ابو طالب کے اقوال اور افعال مسلمان کے مانند ہیں
یا کافر کے۔ افسوس پیغمبر خدا کی حفاظت اور نصرت کرنیوالا ابو طالب تو کافر قرار دیا جائے اور
وہ حضرات بانی اسلام کو نرغہ کفار میں چھوڑ چھوڑ کر بار بار میدان جنگ سے فرار ہو جائیں۔
جیسے حضرات ثلاثہ کا فرار جنگ احد اور جنگ حنین میں جو جناب ممدوح کی عادت فرار
قدم کار گزاری سے تعلق رکھتی ہیں، مسلمان کامل رہیں حتیٰ کہ پیغمبر خدا کے خلیفہ اور
اسلامی دنیا کے امام مانے جائیں۔ اگر اہل سنت کے حق و ناحق کی یہی تمیز ہے تو ایسے مذہب
کو سات سلام بلکہ سات ہزار سلام اور جناب ابو طالب کی پیغمبر خدا سے ہمدردی اور جاں
نثاری آپ کے اس مقولہ سے کہ ہدایت کی تو نے مجھ کو اور میں نے سمجھ لیا کہ اے محمدؐ تو
سچا ہے۔ اور تو پہلے ہی سے امین ہے اور جان لیا میں نے کہ دین محمدیؐ تمام خلقت
کے دینوں سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو بکر کا جنگ احد میں یہ مقولہ کہ یہ تحقیق محمدؐ تو
مارے گئے اے لوگو تم اپنے سابق مذہب کیطرف عود کر جاؤ اور حضرت عمر کے اس قول
سے صلح حدیبیہ کیوقت کہ مجھ آج جسقدر آپ کی نبوت میں شک ہوا کبھی اسقدر نہیں
ہوا تھا مقابلہ کیجئے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ کونسا قول مقر اسلام کا ہے اور کونسا منکر
اسلام کا اور بخاری کی حدیث کہ ابو طالب کافر مرے سراسر جماعت بنی امیہ کی وضع کردہ
ہے۔ غضب ہے کہ ایسی بے سر و پا روایت پر تکیہ کر کے جناب ابو طالب کو کافر قرار دیتے
ہیں۔ اور حضرات شیخین کے قبول اسلام کو بالاتفاق تصدیق بالقلب کی بنا پر ثابت کیا
ہے۔ اور یہ اس لئے کیا اور کہا کہ حضرت علی کی فضیلت حضرات شیخین پر کسی پہلو ثابت
نہ ہو سکے ظاہر ہے کہ حضرات شیخین کے باپ مشرف با اسلام نہ ہوئے تھے۔ پس اگر ابو طالب
مسلمان مانے جائینگے تو حضرات شیخین پر حضرت علی کو جہت پدری سے فضیلت امامت

حاصل ہوجائیگی - پس مصلحت یہی ہے کہ سب کے باپ کافر مطلق ہی سمجھے جائیں - پس ایسی صورت میں جناب ابوطالب کے کفر کی حدیثیں نہ گھڑی جاتیں تو کیا کیا جاتا - اور حدیثیں موضوع کرنیکا بہت بڑا اہتمام حضرت امیر معاویہ کے وقت میں تھا چودہ ہزار حدیثیں حضرت ابوبکر کی شان میں گھڑی گئیں اور اسکے خلاف اکثر حدیثیں در مذمت حضرت علی وضع کی گئیں ہیں - جو حضرت علی کے مرتبے کی منتقاضی ہیں - الالعنت اللہ علی القوم الظالمین - ایک طرف حضرات شیخین کا یہ فعل امر قرطاس سرگرداں ہونا اور دوسری طرف ابوطالب کا بقول علامہ ابن عقلائی جان و مال پیغمبر خدا پر قربان کردیا - دونوں جانبوں میں فرق کرنیسے خود معلوم ہوتا ہے - کہ تصدیق بالقلب کس کی شان ہے اور تکذیب بالقلب سے کس کا دامن داغدار ہے تو یقیناً لبوں پر مہر خاموشی لگجائیگی یا انصاف کو نظر انداز کرکے رفض کا فتوا جڑ کر اپنی لاعلمی کا ثبوت دینگے - اور حضرات شیخین کا تخلف از جیش اسامہ تصدیق بالقلب سے قریب ہے یا بعید - اب تو یقیناً تصدیق بالقلب کا مضمون خار وخس کیطرح بحر حق کی دھار میں زیر زبر ہوگیا پس ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جناب ممدوحین کا قبول اسلام محض منجم اور کاہن لوگوں کی اس پیشین گوئی کی بنا پر تھا - کہ نبی آخر الزماں پیدا ہونوالے ہیں - اور ان کے ہاتھ پر ممالک عرب و روم وشام وغیرہ فتح ہوکر انکے محکوم ہوجائینگے اور علمائے یہود و نصاریٰ اکتب سماوی کے مطابق یہی پیشین کیا کرتے تھے - اور گو انہوں نے کتب سماوی میں ترمیم و تنسیخ کرکے ہوا وہوس میں گرفتار رہے - مگر توریت و انجیل میں یہ پیشین گوئی قدرت اللہ سے موجود تھی - چنانچہ کفار قریش اور یہود و نصاریٰ میں سے بعض مدبر لوگوں نے اس پیشین گوئی کی صداقت ترقی اسلام سے جانچکر بغرض حصول جاہ بعد بعثت نبوت کلمہ توحید پڑھکر داخل اسلام ہوگئے - اور یہ پیشین گوئی ایسی تھی جیسی کہ حضرت ابراہیم کی نسبت

نمرود سے اور حضرت موسیٰ کی نسبت فرعون سے اکثر منجموں نے کی تھی کہ نبی پیدا ہونیوالا ہے
جس کے ہاتھ سے تیری سلطنت کا زوال ہوگا۔ اور چار سو علمائے یہود و نصاریٰ نے
اتباع حضرت کی شوق زیارت میں اسی پیشین گوئی کے مطابق مدینہ میں سکونت اختیار
کی تھی۔ اور قبل از نزول آنحضرت ایک بادشاہ جسکا نام تبع تھا مدینہ فتح کر کے اپنے بیٹے
کو اپنا جانشین بنا کر خود فتوحات کیلئے آگے بڑھا۔ مگر اہل مدینہ نے تبع کے بیٹے کو جان
سے مار ڈالا۔ تبع یہ خبر سنکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ قتل عام کا حکم دیدیا اور قسم کھائی کہ جتبک
اس شہر کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادونگا اسوقت تک آگے قدم نہ بڑھاؤنگا۔ چنانچہ کشت وخون
کا یہ عالم دیکھکر چند علمائے یہود نے تبع کی خدمتمیں حاضر ہوکر خود یہ سفارش کی کہ ہمارے پاس
کتب آسمانی موجود ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر لکھی ہے۔ کہ یہ مقدس اور پاک جگہ
نبی آخر الزماں کا مسکن اور مدینۃ الرسول ہونیوالا ہے۔ اور اسکا محافظ خود باری تعالیٰ ہے۔
اسلئے مدینہ کا احترام لازم ہے۔ اس کے ویران بنانے کے خیال خام سے درگزرو اور مخلوق
خدا پر رحم کرو۔ تبع نے یہ آسمانی بشارت سنکر گردن جھکالی اور سکوت کیا بلکہ غائبانہ
اسلام قبول کر کے ایک خط بھی لکھا۔ کہ جسمیں اپنے اسلام لانے اور آپ کی زیارت کا شوق
ظاہر کیا۔ اور ایک مکان بغرض قیام گاہ نبی آخر الزماں تعمیر کرایا۔ اور ایک متقی عالم کو اس
مکان کا متولی بنایا اور خط پر مہر لگا کر اس کے حوالہ کیا۔ اور وصیت کی کہ اگر نبی آخر الزماں
کا زمانہ تمکو نصیب ہو تو میرا عریضہ ان کی خدمتمیں پہنچا دینا ورنہ اپنی اولاد کے حوالہ کرنا اور
یہی وصیت کر دینا جو میں تم کو کر رہا ہوں۔ اسی طرح نسلاً بعد نسلاً یہ خط امانت رہے
اور جسکو بھی وہ مبارک وقت دیکھنا نصیب ہو وہ اس عریضہ کو حضور رسالت میں پیش
کر دے چنانچہ اسی عالم کی اولاد میں حضرت ابو ایوب انصاری کہ جنہوں نے یہ شرف حاصل

کیا اور حضور سرورِ عالم مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ تشریف لائے تو انہی کے اس مکان کے سامنے آپکی اُونٹنی بیٹھ گئی۔ جو تبع نے اسی غرض سے تیار کرایا تھا۔ اور شاہ تباع کا عریضہ انکے پاس موجود تھا۔ انہوں نے اپنی جدی وصیت کے موافق اس خط کو حضرت کے حضور میں پہنچا دیا اور اس کے دو شعر یہ ہیں۔ شھدتُ علی احمدَ انّہٗ ۔ رسولٌ من اللہ باری النسم ۔ فلو مدّ عمری الی عمرہٖ ۔ لکنتُ وزیراً لہٗ ابن عم ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق خدا کے پیغمبر ہیں۔ پس اگر ان کے وقت میری عمر پہنچی تو بیشک میں انکا چچازاد بھائی اور وزیر بنونگا۔ دیکھو جلد دویم الاسلام غور فرمائے۔ اگر حضرات ثلاثہ حقیقی مومن ہوتے تو یہ اعمال ہرگز انسے سرزد نہ ہوتے۔ ایسی باتیں کرنا حقیقی مومنوں کا کام نہیں۔ انکے محدثین و مورخین ایسے حالات لکھ کر سنیوں کو ہمیشہ کیلئے شرمندہ کر گئے جس سے کبھی سر نہیں اُٹھا سکتے پہلے اپنی کتابیں جھٹلاؤ۔ پھر حضرات ثلاثہ کو مومن کامل بناؤ۔ کیا بعد النبی افضل الناس کا عقیدہ باطل ہے اب کوئی سعید روح ہے جو ہماری تحقیق سے فائدہ اُٹھائے اور عقیدہ باطل کو چھوڑ کر دامن پنجتن سے لگ جائے۔

ظریف احمد۔ اگر جاہد الکفار والمنافقین کی تفسیر سے بالاتفاق کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے چنانچہ حضرت علی نے اسیوجہ سے حضرات ثلاثہ سے جہاد کرنہیں صبر کیا مگر اسکے خلاف امیر معاویہ وغیرہ سے جنگ کرنا کس مصلحت پر مبنی تھا

احمد حسن۔ جب حضرت علی حضرت عثمان کے بعد خلیفہ قرار پا گئے تو حضرت امیر معاویہ بغرض حصول خلافت جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اب چونکہ حضرت علی کو اختیار خلافت حاصل تھا۔ اور دین اسلام میں مثل پہلے کے عروج دیکھا گیا اور بمطابق وصیت نبوی

ناکثین اور قاسطین سے جنگ پر مجبور ہوئے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ فاما القاسطون فکانوا لجہنم حطبہ ۔ یعنی قاسطین جہنم کا ایندھن ہیں ۔ اور افضل المحققین خواجہ نصیر الدین محمد طوسی اپنی تجرید میں فرماتے ہیں ۔ محاربو علیؑ کفرۃ ومخالفوہ فسقۃ یعنی علی سے لڑنے والے کافر اور مخالفت کرنے والے فاسق ہیں ۔ اور حضور سرور عالم نے فرمایا ہے کہ معاویہ کی موت شریعت احمدی پر نہ ہوگی ۔ دیکھو طبری ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ فَقَاتِلُوا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ لَا اِیْمَانَ لَھُمْ ۔ یعنی ان اماماں کفر کو قتل کرو ان کا کچھ ایمان نہیں ۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے ۔ کہ معاویہ اہل ہاویہ سے ہے مگر آپکے پیرو اس کارنامہ پر حاشیہ چڑھا کر خطائی الاجتہاد سے تعبیر کر کے معذوری کا فتویٰ جڑ کر کہتے ہیں کہ آپ اس خطا کیوجہ سے حد صحابیت سے خارج نہیں ہوئے بھلا کوئی انسے پوچھے یہ کون کہتا ہے کہ وہ حد صحابیت سے خارج ہیں ۔ اے چور تیری ڈاڑھی میں تنکا ۔ غور فرمائے پیغمبر خدا کے اصحاب ابو جہل وغیرہ بھی ہیں صحابیت کوئی ایسی شے نہیں کہ جو عدم ایمان کی حالت میں بھی سرمایہ فضیلت سمجھی جائے ۔ پھر اگر حضرت علی پر خروجکو خطائی الاجتہاد کا اقرار کر کے معذوری قرار دیتے ہو مگر اہل بیت نبوی پر علی الاعلان برسر منبر خطیبوں کو حکم دیکر سب وشتم کرانیکو کیا کہینگے ۔ غرض اہل غرض کا مدعا کسی پہلو بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ ورنہ یوں اپنے گھر میں بیوی کا نام بیگم رکھے وہ دوسری بات ہے ۔

ظریف احمد ۔ تعزیہ کو اہل سنت کس بنا پر بدعت قرار دیتے ہیں ۔

احمد حسن ۔ بھائی بنا کیا ہوتی بلا سوچے سمجھے مذہب پر حملہ ہے اندھے کا لٹھہ ہے گہمانے سے کام ۔ خواہ اپنے ہی سر پا پیر پڑ جائے ۔ جو دو سند اراہل بیت نبوی اپنا غم تازہ کرنیکیلئے تعزیہ بنالیں تو بدعت مگر حضرت عائشہ کی گڑیوں کو کہاں چھپائینگے جو مجسم تصویر بھی

کہ جنہر اِنَّ الشِّرکَ لَظُلمٌ عَظِیم کا اطلاق صادق آتا ہے۔ مذہب کی حقانیت پر غور کر لیجئے۔ جسقدر روکا جاتا ہے۔ اسیقدر ترقی ہوتی ہے۔ صدہا سنی بلکہ ہندو عقیدتمندی سے تعزیہ بناتے ہیں اور شریعت محمدی میں ذی روح کی تصویر ناجائز ہے غیر ذی روح کی نہیں تعزیہ مکان کا نقشہ ہے نہ کہ آدمی کا چنانچہ مظاہر الحق اور مشکوٰۃ جلد سوم میں مسطور ہے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے میں گڑیوں کھیلتی تھی۔ اور حضرت پیغمبر خدا میری ہمجولیوں کو بھیجتے تھے

ظریف احمد۔ بی بی شہربانو کون تھیں اور کیسے آئیں۔

احمد حسن۔ بی بی شہربانو یزدجرد بن شہریار ۔۔۔ کی بیٹی راجپوت شریف ترین خاندان سے ہیں۔ اب رہا یہ کیسے آئیں ہیں ورخین کا اختلاف ہے۔ قطب راوندوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں آپ تشریف لائیں اور شیخ ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں آئیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں آپ تشریف لائیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی تحقیق کی تائید مولوی محمد کبیر صاحب ابو العلائی داناپوری نے اپنی کتاب معروف بہ تذکرۃ الکرام تاریخ عرب و اسلام میں پورطور پر کی ہے۔ اور بحار الانوار سے بھی یہی ثابت ہے۔ کہ بی بی شہربانو کا عقد امام حسین کیساتھ انجام پایا۔ اور حضرت علی کے حکم سے عقد کا خطبہ حضرت حذیفہ نے پڑھا اور بروایت جلاء العیون شہربانو کو حضرت فاطمہ کی بشارت سے یہ مواصلت حاصل ہوئی۔ مگر مخالفین شہربانو اپنی قدیم عداوت کیوجہ سے جو انکو اہلبیت رسالت سے ہے صورت میں ظاہر ہے۔ کہ آپکے بطن سے جو اولاد ہوئی اور جو اسوقت تک موجود ہے سب کی سب والدہ الجاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل بیت پیغمبر غنیمت میں شرکت کرتے تھے۔ کہ خلفا ثلاثہ کی خلافت کو حضرت علی برحق جانتے تھے اعتراض اول تو سر سید احمد خانصاحب بہادر نے دو دفعہ کرنیکا شرف حاصل کیا ہے اور

اور سید صاحب مرحوم نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کسی طریقہ سے لونڈی نہ تھیں بلکہ شہزادی تھیں۔ علیٰ ہذا امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ حضرت شہر بانو بھی لونڈی نہ تھیں بلکہ شہزادی تھیں۔ کیونکہ بحار الانوار جلد عاشر کے مطابق آپ امام حسین کی منکوحہ بی بی تھیں۔ اگر حضرت شہر بانو جہاد کے ذریعہ سے اسیری کی حیثیت سے آئی ہوئیں تو ہر گز آپکے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی۔ کیونکہ قیدی عورتوں کیساتھ نکاح کیضرورت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے عقد کی ضرورت تھی۔ اور وہ اسلئے کہ حضرات ثلاثہ کے جہاد صحیح نہ تھے پس صاف ظاہر ہے کہ جلاء العیون کے بیان کے مطابق آپکے خواب میں حضرت فاطمہ کی بشارت سے یہ مواصلت ہوئی۔ اور حضرت علی کا خلافت ثلاثہ کو باطل سمجھنا مذہبی اصول پر مبنی ہے۔ الغرض اہل غرض کا مدعا کسی پہلو بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ کہ حضرات ثلاثہ کی خلافتوں کو حق ثابت کرنے میں ایسے غرق ہو جاتے ہیں۔ کہ انہیں کسی پہلو بھی لحاظ نہیں رہتا۔ احکام الٰہی غتر بود ہو جائیں تو ہو جائیں پیغمبر خدا کی مذمت ہو جائے تو ہو جائے مگر کسی طرح خلافت ثلاثہ حق ثابت ہو جائے۔ اے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی ہے تیری ایسی مثل ہے کہ جو مذہب اہلسنت پر صادق آتی ہے۔ نیز اسمیں غور طلب امر یہ ہے۔ کہ بروز عاشورہ بموقعہ کربلا یزید کے گورنر ابن زیاد نے امام حسین کو شہید کر کے بی بی شہر بانو کو بیوہ بنایا اس لئے راجپوتوں اور گوجروں کو جو راجپوت خاندان کی ایک شاخ ہیں لازم تھا کہ مذہبی اور خاندانی تعلق قائم رکھنے کیلئے غم حسین میں شریک ہو کر بی بی شہر بانو کو تسلی اور پرسا دیتے۔ درحقیقت یہی عموماً تمام مسلمانوں کا اور خصوصاً راجپوتوں اور گوجروں کا عین ایمان تھا۔ مگر افسوس برخلاف اسکے ہر قسم کی قوت سے مخالفین حسین کے ہمراہ ہو کر دوستداران حسین کو مغلوب کرنے پر آمادہ ہیں۔

ظریف احمد۔ حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر اور حضرت عمر کو فاروق اعظم کا خطاب کس بنا پر ملا۔

احمد حسن۔ یہ بعد حصول خلافت بوجہ تسلط سلطنت مرغن لقموں کے لالچیوں کی کارروائی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ یہ خطاب اسی کو جائز ہیں جو فاتح بدر و خندق و خیبر و حنین وغیرہ ہو۔

حدیث سلمان فارسی سے مروی کہ تحقیق پیغمبر خدا نے علی کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہے۔ اور مومنوں کا امیر ہے دیکھو الدیلمی۔ حدیث ابوذر غفاری سے مروی ہے۔ کہ میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے علی تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو اور حق و باطل میں فرق کرو گے۔ دیکھو طبری چنانچہ معاذۃ العدویہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے بصرہ کے منبر پر حضرت علی کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ قبل اسکے کہ حضرت ابوبکر ایمان لاتے میں لایا ہوں دیکھو طبری حدیث ابن عباس سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے صدیق تین ہیں اول حبیب نجار حضرت عیسیٰ کا حواری جسنے یہ کہا تھا کہ اے میری قوم انبیاء علیہم السلام کی متابعت کرو۔ دوسرے خرقیل جو گروہ فرعون سے تھا جس نے یہ کہا تھا اے لوگو ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے میرے پالنے والا خدا ہے۔ تیسرے علی بن ابی طالب اور یہ ان سے افضل ہے دیکھو طبری۔ اور عباد بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور پیغمبر خدا کا بھائی اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں۔ اور یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ مگر کاذب اور میں نے سب سے پہلے حضور کیساتھ سات برس نماز پڑھی ہے۔ دیکھو ارجح المطالب غور فرمائے کہ جو شخص حضرت علی کے سوا اپنے کو صدیق اکبر یا فاروق اعظم کہے یا کہلائے وہ وہ جھوٹا ہے۔ اور وہ لوگ جو علی کے سوا کسی کو صدیق اکبر کہیں تمام جھوٹے یہ آپ کا فرمان فرمان نبوی پر مبنی ہے۔

ظریف احمد۔ حضرت علی کو وصی اور خلیفہ بلافصل فریق ثانی کیوں نہیں مانتا۔

احمد حسین۔ اگر حضرت علی کو وصی اور خلیفہ بلافصل مانتے تو حضرات ثلاثہ کو مصنوعی چار چاند کیسے لگتے۔ ورنہ ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے جو شخص علی کیساتھ خلافت پر لڑے اسکو قتل کردو۔ جو کوئی بھی ہو۔ دیکھو ارجح المطالب۔

حدیث ابولیلی سے مروی ہے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا اور جب ایسا ہو تم علی کی ملازمت اختیار کرنا۔ تحقیق علی حق و باطل میں امتیاز کرنیوالا ہے دیکھو ارجح المطالب۔ حدیث سلمان فارسی سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بھائی میرا وزیر میرا وصی میرے پیچھے رہنے والوں میں سب سے بہتر علی بن ابی طالب ہے دیکھو ارجح المطالب۔ نیز بو علی شاہ پانی پتی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں

بہر دین و لکنند از دنیا علی ۔ آن علی والئے ملک نبی ۔

ان وصی مصطفےٰ اشیر خدا ۔ آن علی زوج بتول فاطمہ ۔

غور فرمائے حضور سرور عالم کی یہ پیشین گوئی کہ عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا اس فتنہ سے مراد اجماع سقیفہ بنی ساعدہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فتنہ تھا کہ جس نے آج تک اسلامی دنیا کو اختلاف میں ڈال رکھا ہے۔ اگر مخالفین اہل بیت نبوی اس کو فتنہ نہ سمجھیں تو نہ سمجھیں مگر آل محمد اور پیروان آل محمد کی نگاہ میں تو سقیفہ کا معاملہ بیشک فتنہ ہی تھا۔ اور اسی ہنگامہ کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

ظریف احمد۔ حضرت عثمان کو جامع القرآن اور غنی کس بنا پر کہتے ہیں دیکھو خطبہ جمعہ وعیدین

احمد حسین۔ یہ وہی مثل ہوئی لکھے ذرا بھی نہ نام رکھدیا محمد فاضل۔ ورنہ علامہ جلال الدین تاریخ الخلفا میں فرماتے ہیں۔ کہ علی وہ شخص ہے کہ جس نے قران مجید کو جمع کرکے پیغمبر خدا کے

روبرو اس کو پیش کیا۔ اور حضرت علی نے پیغمبر خدا کے روبرو تمام قرآن مجید حفظ کر کے آپکو سنا دیا تھا۔ اور سزاوار بھی آپ کو ہی تھا کیونکہ آپ باب العلم ہیں۔ اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ نیز آپکو غنی کہنے کی وہی مثل ہے گھر نہ بار میاں محلہ دار۔ لولاک لما خلقت الافلاک اللہ تعالیٰ نے بجز محمد اور آل محمد اور کس کی شان میں فرمایا شاید بعد بعد حصول خلافت فدک وغیرہ کی آمدنی سے غنی ہو گئے ہوں تو میں نہیں کہتا۔

ظریف احمد - حضرات شیخین کا روضہ رسول اللہ میں پہلو بہ پہلو دفن ہونا کیا انکی فضیلت کا سبب نہیں۔

احمد حسن - اول تو تسلط سلطنت اور غلبہ حکمرانی اسکا سب سے بڑا سبب تھا۔ پھر انسے زیادہ حضرت عثمان محبوب پیغمبر ہونے چاہئیں۔ کیونکہ بقول سنی دو دختر پیغمبر کا ذریعہ شرف وسعادت علاوہ فضائل شیخین ان کو حاصل تھا۔ پھر بھی روضہ پیغمبر میں تو کیا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اس لئے یہ باعث فضیلت نہیں۔

ظریف احمد - حضرت ابوبکر بوقت غلبہ کفار پیغمبر خدا کے ہمراہ غار ثور میں رہے کہ جسکی وجہ سے آپ یار غار کہلائے۔ کیا یہ آپکی فضیلت کی دلیل نہیں۔ دیکھو تاریخ اسلام

احمد حسن - بھائی صاحب اگر دنیا کی دوستیوں پر نظر ڈالی جائے تو تین قسم کی دوستی پائی جاتی ہیں۔ اول رسمی دوئم اخلاقی سوئم مذہبی مگر حضرت ابوبکر بلکہ اصحاب ثلثہ کی دوستیوں کا پتہ عملی ثبوت کیساتھ کتب معتبرہ سے نہیں پایا جاتا۔ اول تو جب کفار قریش نے پیغمبر خدا سے بائیکاٹ کیا اور آپ معہ بنی ہاشم شعب ابو طالب میں کامل تین سال محصور رہے۔ ان ایام میں حضرت ابوبکر یا حضرات ثلاثہ میں سے کسی نے بھی آپ کیلئے ایک روٹی کا لقمہ یا ایک گلاس پانی نہیں پہنچایا۔ حالانکہ اسوقت حضرت ابوبکر کا

کا خاندان بنی تیم اور حضرت عمر کا خاندان بنی عدی اور حضرت عثمان کا خاندان بنی امیہ کثرت سے بڑے جنگجو موجود تھے۔ پس ایسے کثیر الحامی شخصوں کا بعد قبول اسلام آپ کی عدد ایسے وقت سیاہ میں نہ کرنا ایمان سے کہنا عداوت پر محمول ہوگا نہ کہ دوستی پر۔ دیکھو الاسلام جلد دویم۔ اور جب چادر کے پیچوں سے کفار قریش نے پیغمبر خدا کا گلا گھونٹ کر آپ کو ادہ موا کر دیا تھا۔ اسوقت دو قدم بڑھ کر نرغہ اعداء سے آپ کو نہیں چھڑایا۔ سچ کہنا یہ کونسی دوستی شمار کیجائیگی۔ دیکھو ازالۃ الخفا۔

اور جب پیغمبر خدا پر خانہ کعبہ میں بحالت سجدہ شتر کا اوجھ ابوجہل نے ڈالا تھا اسوقت حضرت ابوبکر نے جو سابق الایمان مانے جاتے ہیں۔ آپ کی اس تکلیف کو دفع نہیں کیا اگر فرض کیا جائے حضرت ابوبکر اسوقت موجود نہ تھے۔ تو اسکے بعد آپ کی اس ذلت پر اظہار ملال نہیں کیا لہذا دعوئ دوستی لغو۔ دیکھو مناقب الفاطمیہ۔ بخاری پھر ہجرت کیوقت جناب ابوبکر نے شتر دوصد درہم کی قیمت کا نوصد درہم کو پیغمبر خدا کے ہاتھ پر فروخت کیا۔ غرضیکہ قیام مکہ تیرہ سال کی مدت میں حضرت ابوبکر نے اسلام کی ضرورت میں کبھی ایک پائی تک خرچ نہیں کی بعید از قیاس ہے کہ جو شخص اپنے داماد ضرورت کیوقت اصل قیمت سے سات سو درہم زیادہ وصول کرے اس سے توقع نہیں ہو سکتی کہ اس نے پیغمبر خدا کی اعانت ایک پائی سے بھی کی ہوگی۔ یہ مشہور واقعات شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر کی دوستی کا ثبوت اسلامی یا اخلاقی یا رسمی ہے۔ پھر بعد حضرت پیغمبر خدا مدینہ میں دس سال حیات رہے کسی کو گمان ہو کہ غنیمت وغیرہ کی آمدنیوں سے کچھ خدمت پیغمبر خدا کی کی ہوگی بفضلہ وہاں بھی صفر ہے۔ دوستی پیغمبر کے اخبار بعد حصول خلافت مروج کئے گئے ہیں جنکا ثبوت واقعات ذیل سے چلتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہوں۔ حمایت اسلام کیلئے اصحاب

ثلاثہ نے نہ کسی غزوے یا سریے میں نہ کسی کافر کو قتل کیا اور نہ کسی کافر کو گرفتار کر کے پیغمبر خدا کے روبرو پیش کیا۔ اور نہ کسی کافر کو زخمی کیا اور نہ کبھی خود زخمی ہوئے واقعات مذکورہ سے ثابت ہے کہ جب غلبہ کفار کا وقت آیا۔ تو پیغمبر خدا کو نرغہ اعدا میں چھوڑ کر ضرور بھاگے اور بالخصوص جنگ احد میں معمول کے مطابق فرار ہوئے۔ جو عدم کارگزاری سے تعلق رکھتی ہے۔ دیکھو ازالۃ الخفا۔ نیز حضرات ثلاثہ نے حیات نبوی میں نہ کسی کو بتخانہ کو توڑا اور نہ کسی آتش خانہ کو سرد کیا اور نہ کسی کلیسا کو منہدم کیا اور نہ کسی غزوے یا سریے میں مال غنیمت لا کر پیغمبر خدا کے سامنے پیش کیا۔ اور نہ کوئی صوبہ بلکہ موضع بھی فتح کر کے سلطنت اسلامی میں شریک کیا۔ علیٰ ہذا حضرات ثلاثہ اپنی ذاتی خواہش سے یا بحکم پیغمبر خدا اشاعت اسلام یا تمکین اسلام یا مصالحت اسلام کی غرض سے کبھی اور کہیں نہیں بھیجے گئے اور نہ کبھی حضور نے رقعات دیگر کسی بادشاہ یا حاکم بلکہ کسی زمیندار تک کے پاس ان کو نہیں بھیجے۔ الغرض بغیر جان جوکھوں مال غنیمت میں حصہ پاتے رہے۔ حالانکہ اکثر موقعوں پر بموجودگی حضرات ثلاثہ مختلف مقامات پر دیگر صحابہ کو حضور نے بغرض دعوت اسلام رقعات دیگر روانہ کئے۔ مثلاً بنام شاہ روم ہرقل بدست وحیہ کلبی اور بنام قیصر فارس بدست عبداللہ بن حذافہ سہمی اور بنام شاہ مصر بدست حاطب بن ابی ملتعہ وغیرہ کو روانہ کیا۔ دیکھو الاسلام جلد دوئم۔ اور حضرات ثلاثہ کو پیغمبر خدا نے کسی مقام یا کسی قوم یا قریہ کیلئے قاضی یا حاکم یا امام مقرر نہیں کیا۔ حالانکہ اکثر موقعوں پر دیگر صحابہ کو مختلف مقامات پر بموجودگی ثلاثہ پیغمبر خدا نے قاضی یا حاکم مقرر کیا جنگ بدر میں معشر بن عبدالمنذر کو آپ نے حاکم مدینہ کیا۔ اور غزوہ مصطلق میں جعال ضمیری کو حاکم مدینہ کیا۔ غرضکہ عرصہ دس سال میں دس یا بارہ مرتبہ عبداللہ ابن مکتوم کو حضور نے حاکم

مدینہ یا امام صلوٰۃ مقرر فرمایا اور اس فہرست میں حضرت ابو بکر بلکہ انکے کسی جگری
دوست کا بھی نام نہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا موں کی ان میں قابلیت نہ تھی
یا پیغمبر خدا کو ان کی امانت و دیانت پر بھروسہ نہ تھا۔ پھر سورہ برات مشرکین مکہ کے سنانے
کیلئے جو لکھا ہے بعض لوگ وہاں بھی جناب والا بحکم خدا معزول ہو کر مدینہ واپس ہوئے
نیز مورخین مرض الموت پیغمبر خدا کیوقت حضرت ابو بکر کو امام صلوٰۃ لکھتے ہیں۔ یہ مصنوعات
کتب سیر و تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد حصول خلافت مرغن لقموں کے
طلبگاروں نے ایسی بے سروپا روایتیں گھڑی ہیں۔ پھر راویوں کا اختلاف آپ کی
امامت کو باطل کر دیتا ہے۔ نیز حضرات ثلاثہ پیغمبر خدا کی اکثر میتوں کی تجہیز و تکفین میں
شریک نہیں ہوئے۔ اور نہ کسی جنازہ پر نماز پڑھی۔ اور نہ پرسا تعزیت دیا نہ اظہار غم
کیا اور نہ عرب کی رسم قدیم کے مطابق حاضری ہی بھیجی نہ انکی عورتیں پیغمبر خدا کے گھر اظہار
ہمدردی کیلئے آئیں تھیں۔ جیسے کہ انصار کی عوام عورتیں غم و خوشی کے موقعوں پر جمع
ہو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت قاسم۔ ابراہیم۔ طیب و طاہر
ابنائے پیغمبر اور حضرت خدیجہ و زینب زوجہ پیغمبر۔ اور حضرت حمزہ ابو طالب عم پیغمبر حضرت
فاطمہ والدہ حضرت علی اور جعفر طیار برادر پیغمبر حضرت فاطمہ بنت پیغمبر وغیرہ۔

مدارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت علی سے شکایت کی کہ آپ نے ہمکو
اطلاع نہ دی جو جنازہ جناب سیدہ پر حاضر ہوتے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ میں نے
ان کی وصیت کیوجہ سے ایسا کیا ہے۔ غور فرمائیے بنت پیغمبر وفات پائیں اور باپ
کے اصحاب اطلاع کے امیدوار رہیں۔ اگر کوئی شادی کا موقعہ ہوتا تو مضائقہ نہ
تھا جو بلا وا دیا جاتا جن لوگوں کو ذرا بھی عقل ہے وہ ضرور سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا

پیغمبر خدا سے دوستانہ تعلق تھا یا مخالفانہ۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ کے انتقال کیوقت
حضرت علی مدینہ میں موجود تھے لیکن آپنے نہ انکی تجہیز و تکفین میں شرکت کی نہ نماز جنازہ پڑھی
اور نہ انکی اولاد کو پرسا دیا۔ اور نہ حاضری دی۔ الغرض جیسا برتاؤ اُنسے پیغمبر خدا کا تھا ویسا
ہی برتاؤ حضرت علی نے انکے ساتھ کیا۔ گویا سیرت شیخین کو آپنے سیرت اسلام ہرگز نہیں سمجھا
اور نہ حضرات شیخین کی بیعت کی نہ نماز میں اقتدا کی پس ظاہر ہے اگر حضرت علی حضرات ثلاثہ کی
بیعت کر لیتے تو انکے جنازہ کی نماز ضرور پڑھتے۔ پھر ایسی ہی بے تعلقی اولاد علی میں پائی جاتی
ہے۔ انہوں نے بھی سیرت شیخین کو سیرت اسلامی نہیں سمجھا۔ واقعہ ہجرت پر آیہ ثانی
اثنین اذ ہما فی الغار کے تحت میں حضرات اہل سنت کو حضرت ابوبکر کی یار غاری کا جو ناز ہے
کہ حضرت ابوبکر پیغمبر خدا کے ساتھ غار میں رہے۔ مگر کیا حضور نے آپ کو اپنی ہمراہی کیلئے بلایا
تھا۔ یا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ جو آپ حضور کی ہمراہی میں گئے۔ جیسا کہ حضرت علی کو پیغمبر خدا
نے بلا کر اپنی تمام امانتوں کے ادا کرنیکا حکم دیکر اپنی جگہ لیٹنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اگر خیال
ہو کہ خود حضور کی حمایت کیلئے غار میں گئے تھے تو متلاشیان مخالفان پیغمبر کی آمد کی آہٹ
سنکر روئے کیوں۔ چنانچہ حضور نے فرمایا لا تحزن یعنی اے ابوبکر مت گھبراؤ ہمارے ساتھ
اللہ تعالیٰ ہے۔ سچ کہنا حمایت اسی کو کہتے ہیں پس ایسے ڈرپوک شخص کو کون کہہ سکتا ہے
کہ حضور کی حمایت کیلئے آپ غار میں گئے۔ اسمیں کچھ شک نہیں اس ہمراہی کا کوئی خاص
سبب تھا۔ جو بغیر اجازت ہمراہ ہوئے ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپکے رونے اور شور
کرنے سے حضور کی گرفتاری مقصود تھی نہ کہ حمایت مگر جسکا حامی اللہ تعالیٰ ہو اسکا دشمن
ہمیشہ کف افسوس ہی ملتا رہتا ہے۔ مگر اکثر جاہل اسپر ناز کرتے ہیں۔ کہ انکا ذکر قرآن مجید
میں ہے۔ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا ہے۔ جو قرآن مجید میں نہیں۔ کفار اور انبیاء

علیہم السلام کے قصص موجود ہیں۔ مگر اختیار کفر و اسلام چاہا ہئے۔ پھر اکثر یہ بھی کہتے ہیں
کہ کسی کو برا کہنا اچھا نہیں۔ اول تو انکا یہ کہنا مذہب اہل سنت کے اصول پر مبنی ہے
کیونکہ تمام آئمہ اہلسنت غیر معصوم اور خاطی ہیں۔ اسلئے ان کی غلطی کھلتی ہے۔ چنانچہ
اسی بنا پر یزید بن معاویہ خلیفہ ششم برا نہیں سمجھا جاتا۔ اور کیوں سمجھیں سچ بھی تو ہے
اپنے بزرگوں کی مذمت کر کے کون ناخلف بنے۔ پھر مذہب اہلسنت باہمی اختلاف کیوجہ سے
چند فرقوں پر منقسم ہے۔ اور ضد میں ایک دوسرے کو کافر اور جہنمی کہدیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں
مگر یزید کو جو دشمن اہلبیت پیغمبر ہے اس کو برا کہنا روا نہیں۔ الغرض ایک رونا ہو تو رویا جائے
یہاں تو سر سے پیر تک نور ہی نور بھرا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اور یہ سب حضرات شیخین
کی تقلید سے پھول پھل ہیں۔ اور حضرات شیخین نے کبھی پیغمبر خدا کی ضیافت نہیں کی
اگر خیال ہو تو کتب معتبرہ سے ثابت کیجئے۔ البتہ جناب ممدوحین کا اکثر پیغمبر خدا کے یہاں
کھانا ثابت ہے۔ اور ایام ہجرت میں جو حضرت ابوبکر کا کھانا کھلانا لکھا ہے وہ غلط ہے کیونکہ
بعض کتب اہل سنت ہی سے حضرت علی کے اہتمام سے غار میں کھانا پہنچانا لکھا ہے۔
دیکھو تاریخ بلاذری۔ الغرض حضرت ابوبکر کی دوستی حضور سرور عالم کے ساتھ نہ مذہبی
پائی جاتی ہے۔ نہ اخلاقی۔ نہ رسمی۔ اگر ہمارا یہ کہنا غلط ہے تو کتب معتبرہ سے ثابت کردو تو
جانیں۔ تمام واقعات پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابتداء اسلام میں پیغمبر خدا پر
نہایت تکلیف اور مصائب کا زمانہ تھا۔ یہی وقت صحابہ اور مسلمانوں کے ایمانی قوت
اور خدمت اسلام دکھانیکا تھا۔ کیونکہ شجر اسلام ابھی اپنی جڑ پر قایم نہ ہوا تھا۔ اسیواسطے
ضرورت تھی کہ شجر اسلام مومنین کے خون سے سیراب کیا جائے تاکہ شجر اسلام سرسبز ہوکر
پھولے اور پھلے۔ پس جب ایسے وقت حضرات ثلاثہ اپنی جان بچاکر بھاگ جاتے تھے تو

پھر وہ حمایت اسلام کرتے۔

ظریف احمد۔ متعہ کی کیفیت بیان کیجئے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً۔
دیکھو سورہ نساء یعنی جن عورتوں سے متعہ کیا ہے انکے دین مہر کا ادا کرنا فرض ہے۔ بیضاوی
لکھتے ہیں کہ یہ آیت باب متعہ میں نازل ہوئی۔ اور تین روز تک یہ حکم فتح مکہ کیوقت تک جاری
رہا۔ بعدہٗ منسوخ ہوگیا۔ مگر اس حکم کی ناسخ کوئی آیت نہیں۔ چنانچہ نودی جلد اوّل
سے ظاہر ہے کہ عمران بن الحصین کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا نے متعہ کو تاحیات حرام نہیں کیا۔
اور نہ قران شریف میں کوئی آیت متعہ کی ناسخ نازل ہوئی۔ پھر اسی جلد میں عمران بن الحصین
کہتے ہیں۔ کہ قران شریف میں آیت متعہ نازل ہوئی۔ اور پیغمبر خدا نے مجھے متعہ کا حکم دیا۔
پھر نہ اس آیت متعہ کی ناسخ نازل ہوئی اور نہ پیغمبر خدا نے متعہ کو حرام کیا۔ لیکن حضرت
عمر نے خودرائی سے جیسا چاہا ویسا کیا۔ بیضاوی متعہ کو منسوخ ہونا لکھتے ہیں مگر ناسخ
آیت کا ذکر نہیں کرتے۔ بیشک اگر کوئی آیت ناسخ ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کرتے۔ بیشک
حق بھی یہی ہے کہ ایسی کوئی ناسخ آیت ہے ہی نہیں۔ جیسا کہ امام نودی کی تحقیق سے
ثابت ہوتا ہے۔ آیت متعہ کی غیر منسوخ ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ تفسیر
اتقان اور ملا جیون جونپوری نے اپنی تفسیر میں آیت متعہ کو آیات احکام میں داخل
کیا ہے اور متعہ عہد پیغمبر اور عہد خلیفہ اوّل میں جاری رہا۔ اگر کوئی آیت حکم متعہ کی ناسخ
نازل ہوتی تو اس سے بیخبر رہنا پیغمبر خدا اور خلیفہ اوّل کا ممکن نہ تھا۔ پھر جائے تعجب ہے کہ
کہ اس سے حضرت عمر واقف تھے۔ کہ حکم متعہ منسوخ ہوگیا۔ بلکہ حضرت عمر کا یہ کہنا کہ میں متعہ کو حرام
کرتا ہوں صاف بتاتا ہے۔ آخر کار یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ آیت متعہ کی ناسخ

کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور کچھ علمائے اہل سنت جو سورہ المومنون اور سورہ معارج کی بعض آیتوں سے آیت متعہ کو منسوخ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ ان سور تو نکی وہ آئتیں مکی ہیں اور آیت متعہ مدنی ہے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آیت ہائے ناسخ آیت منسوخ سے پہلے نازل ہوئی۔ یعنی قبل وجود متعہ کے حکم منع متعہ کا خلاف عقل و نقل ہے مگر نہ معلوم کیا وجہ حضرت عمر نے بر سر منبر فرمایا کہ متعہ نساء عہد رسول اللہ میں حلال تھا۔ مگر میں اسکو حرام کرتا ہوں۔ دیکھو تفسیر کبیر رازی جلد سوئم مطبوعہ مصر۔ تاریخ الخلفا مطبوعہ سرکاری لاہور۔

غور فرمائے حضرت عمر کا دماغ بھی کیسا عالی دماغ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ پر پیغمبر خدا بھی قابض نہ تھے مگر حضرت عمر کو پورا عبور حاصل تھا۔ درحقیقت پیغمبری بھی آپکو ہی شایاں تھی۔ نہ معلوم محمدؐ کس بنا پر پیغمبر بن بیٹھے۔ ذرا حضرت عمر کی قوت دماغی تو دیکھئے کہ جامع القرآن تو حضرت عثمان آپکے بعد بنے گویا قرآن آپنے دیکھا نہ پڑھا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو فعل عبث سمجھکر فوراً منسوخ کر دیا۔ پس ظاہر ہے کہ دخل در معقول کرنیوالا ہمیشہ احمق ہی ہوا کرتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہود و نصاریٰ کیطرح کتب سماوی میں ترمیم و تنسیخ کرکے ہا و ہوس میں گرفتار ہو کر میراث پیغمبر پر کیسے قابض ہوتے کیا لو کان من بعدی نبی عمر البسوں ہی کیلئے بنا ہے۔ پس ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جو شخص فعل زنا کا مرتکب ہوا اور ہوگا اسکا بار جناب ممدوح کی گردن پر ہی ہونا چاہئے اور حق یہ ہے کہ چاند پر خاک ڈالنے سے مکدر نہیں ہوتا بلکہ وہ خاک اپنے فاعل بطرف ہی عود کرتی ہے۔ غور فرمائے کہ آیہ متعہ کو منسوخ تو کر دیا مگر خارج از قرآن نہ کر سکے۔ کہ جس سے یہ واقعہ آئندہ نسلوں کیلئے قیامت تک حجت قرار نہ پاتا بھلا کوئی پوچھے ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت کجا کتاب اللہ کجا بیچارے حضرت عمر بلکہ حق یہ ہے

کہ قرآن صامت کی عظمت قرآن ناطق سے پوچھئے۔ علی سے پوچھئے قرآن کی عظمت۔ قرآن سے پوچھئے شان آل محمد اور اگر کتب مذکورہ کے مصنفین صادق ہیں۔ تو متعہ کے منکر منکر ان کی تکذیب کیوں کرتے ہیں۔ اگر شیعہ ہیں تو ان کے طریقہ پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سراسر ہٹ دہرم ہیں جسکا انجام خود سمجھ لو کیا ہونا چاہئے۔

ظریف احمد۔ نماز میں ہاتھ باندھنا کس بنا پر جائز ہے۔

احمد حسن۔ کسی بنا پر بھی نہیں۔ ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنا ایجاد متاخرین ہے انکا اجتہاد اس طرف گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے۔ اسلئے اسکے آگے نہایت عاجزی اور فروتنی سے کھڑا ہونا چاہئے۔ حالانکہ عاجزی اور فروتنی کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ناف یا سینہ پر ہاتھ رکھنے سے ورنہ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھکر کھڑے ہوا کرو۔ اور نہ پیغمبر خدا نے خود ہاتھ باندھے۔ اور نہ ہاتھ باندھنے کا حکم دیا۔ مگر متاخرین اہل سنت نے نماز میں ہاتھ باندھنا لکھا ہے۔ اہلسنت کے چار پیشوا ہیں انمیں ابو حنیفہ نماز میں بحالت قیام ناف پر ہاتھ باندھنا جائز کہتے ہیں۔ اور شافعی سینہ پر۔ اور احمد بن حنبل ایکروایت سے مثل ابو حنیفہ اور دوسری روایت سے مثل شافعی حکم دیتے ہیں۔ اور امام مالک شیعوں کیطرح قطعی ہاتھ کھولکر نماز میں کھڑے ہونیکا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں صرف قیام کا حکمدیا ہے۔ کچھ تخصیص ہاتھ باندھنے کی نہیں فرمائی۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ یعنی جب تم نماز کو اٹھو۔ گویا نماز میں قیام فرض ہے اگر ہاتھ باندھنے سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار مقصود ہے تو بجائے ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے اگر مشکیں باندھکر نماز پڑھنے تو زیادہ عاجزی اور فروتنی ہوتی۔ پھر تعجب یہ ہے کہ وہ فروتنی اور عاجزی صرف قیام کیحالت میں ہی منحصر رہتی ہے۔ مگر قعود و رکوع و سجود میں بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسکی کیا وجہ ہے کہ نماز کے ایک جز میں عاجزی ہو اور دیگر اجزاو ارکان میں سرکشی کیجائے
اگر شرعی عاجزی مقصود ہوتی تو آیہ قوموا للہ قانتین پر عامل بنکر نماز میں اللہ تعالیٰ
کے سامنے ہاتھ پسارتے۔ واقعی رواج بھی عجب چیز ہے کہ کیسی ہی خلاف شرع و عقل
کوئی بات ہو مگر عقلمند بھی اس کے کرنیسے نہیں شرماتے۔ افسوس بڑے بڑے عقلمند
جو اورونکو عقل سکہاتے ہیں وہ بھی خلاف شرع رسم میں مبتلا ہیں۔ واہ رے رواج
تو بھی کیسا زبردست ہے خدا تجھے ہمارے ملک سے غارت کرے۔

ظریف احمد۔ فریقین میں وضو پر کیوں اختلاف ہے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ
فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔ دیکھو سورہ
مائدہ ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔ یعنی اے مسلمانو جب تم اٹھو نماز کو پس دہو تو
اپنے منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سر اور پیر دونکا ٹخنوں تک۔ غور فرمائیے
اسکے لفظی معنوں سے صاف طور پر تائید شیعوں کے قول اور عمل کی ہوتی ہے۔ مگر حضرات
اہلسنت خواہ مخواہ نحو لڑا کر کہتے ہیں کہ حفص نے ارجلکم کے لام کو زبر پڑہا ہے۔ لیکن
اس کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کرتے۔ خلاف معنے کیوں کریں صاف اور سیدہے
معنی کیوں نہ لئے جائیں۔ جو عموماً قرآن شریف کے معنونکا دستور ہے۔ اسمیں نہ فصاحت
کلام بگڑتی ہے اور نہ سیاق عبارت میں فرق آتا ہے۔ افسوس کہ ایک حفص کی قرات
کے اعتبار پر ارجلکم کے لام کو مفتوح قرار دیکر وجوھکم کا عطف سمجھا جاوے۔ اور
کلام کی بے سیاقی اور بدنظمی پر نظر نہ کیجاوے۔ کہ جس سے دو علیحدہ علیحدہ جملہ مخلوط ہو کر
بے ربط ہو جائیں۔ اور قرآن شریف اس الزام سے بالاجماع بری ہے۔ نیز جن اعضا کا

وضومیں دہونا فرض ہے تیمم میں انہیں اعضا کا مسح قایم کیا ہے۔ اور جن اعضا کا مسح وضو
میں فرض ہے۔ ان کو تیمم میں بالکل ترک کر دیا ہے۔ فتیمموا صعیداً طیباً فامسحوا بوجوهكم وایدیکم
منه۔ یعنی تیمم کرو خاک پر پس مسح کرو۔ اپنے منہ اور ہاتھونکا۔ جبکہ صرف منہ اور ہاتھونکا
مسح تیمم میں فرض ہے تو سر اور پیروں کو ترک کر دیا ہے صاف ثابت ہے کہ اعضا واجب
الغسل کا مسح واجب اور اعضا واجب المسح ترک اب اسمیں خواہ مخواہ کی توجیہات نکالنا۔
اور فضول دلائل پیش کرنا بیشک اس امر کی دلیل ہے اگر اللہ تعالی بھی آکر سمجھائے تو نہ سمجھیں
چنانچہ انس سے مروی ہے کہ ابن عباس نے صحابہ کی مخالفت کی ہے۔ اور جواز مسح کے قائل
تھے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وضو میں پیروں پر مسح سے لوگ انکار کرتے ہیں مگر
میں قرآن مجید سے مسح پاتا ہوں۔ نیز انس سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں وضو میں
پیرونکا مسح کرنا واجب ہوا ہے۔ دیکھو ازالتہ الخفا۔

ظریف احمد۔ جمع بین الصلوتین کی کیا دلیل ہے۔

احمد حسن۔ اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اقیم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق
اللیل وقرآن الفجر۔ دیکھو سورہ بنی اسرائیل۔ یعنی قایم کرو نماز آفتاب ڈہلنے کے بعد اور
رات کی تاریکی تک اور نماز فجر پڑہو پس ظاہر ہے آفتاب ڈہلنے کے بعد ظہر اور عصر کی نماز
کا وقت ہے۔ جو مشترکہ وقت ہیں۔ اور رات کے اندہیرے تک مغرب اور عشا کا
وقت مشترکہ ہے اور نماز فجر قایم کر۔ دیکھو تفسیر قادری۔ اور جابر بن زید سے ابن
عباس نے روایت کی ہے اور کہا ہے ابن عباس نے کہ نماز پڑہی ہے پیغمبر خدا نے سات
رکعتیں ملاکر مغرب و عشا اور آٹھ رکعتیں ملاکر ظہر و عصر۔ دیکھو بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ
اور امام مالک نے ہمیشہ دو نمازیں ملاکر پڑہیں۔ اور ان کے مقلد اب بھی برابر پڑہتے ہیں۔

اور امام شافعی کے مقلد ونمیں اختلاف ہے۔ بعض مطلقاً جائز سمجھتے ہیں اور بعضے ضرورتاً اور حنبلی
ضرورتاً جائز سمجھتے ہیں۔ اور حنفیہ منفرد ہیں۔ لیکن عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشا
اب بھی بلا عذر حجاج اہلسنت ملا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کا دو نمازیں
ملا کر پڑھنا معیوب ہے نہ قابل اعتراض بلکہ سنت پیغمبر ہے۔ چنانچہ جو شخص شیعوں پر معترض ہوتا ہے
وہ گویا پیغمبر خدا پر اعتراض کرتا ہے۔

ظریف احمد۔ نماز تراویح کی نسبت کیا حکم ہے۔

احمد حسن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ نماز تراویح کو سوائے حضرت عمر کسی نے ایجاد نہیں کیا
دیکھو تاریخ الخلفا اور صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۳ میں مرقوم ہے اور عبدالرحمن بن
عبدالقاری سے مروی ہے کہ میں ابن خطاب کے ساتھ ایک شب ماہ رمضان المبارک میں باہر گیا۔ دیکھا
کہ تمام لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر نے دیکھکر کہا اگر سب لوگ جماعت سے پڑھتے
تو بہتر ہوتا۔ اور ابی ابن کعب کو حکم دیا وہ سب کو پڑھانے لگے۔ دوسرے روز پھر انہیں کے ساتھ
نکلا تو یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ سب لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے ہیں۔ حضرت عمر نے دیکھکر کہا یہ
اچھی بدعت ہے غور فرمائے اب یہی بدعت کثرت استعمال کی وجہ سے سنت موکدہ ہو گئی۔
کہ جسکا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب سمجھا جائیگا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک شریعت
اسلامی مکمل نہ تھی کہ جسکی تکمیل آپکو خود کرنی پڑی اور وقتاً فوقتاً اصلاح کرتے رہے۔ اگر
قرآن مجید آپ کی معیت پر نازل ہوتا تو شاید آج اسلام میں بہتر فرقہ نہ ہوتے۔ شاید اکملت لکم
دینکم سے آپ اور آپکے تابعین ہی مراد ہوں۔ کہ جنہوں نے اسلام کو کامل بنا دیا۔ اور عقائد
اسلام مفصل بیان کر دئے۔ یعنی توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت و قیامت کو مفصل بیان کر دیا
واہ سبحان اللہ عدل اور امامت کو اصول اسلام سے خارج کر دیا۔ کہ جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ

کی ذات مقدس میں خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کی صفت پیدا کی اور ثبوت کو کذب وخطاء سے ملوث
کیا۔ امامت کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ فسق وفجور سے آلودہ ہے قیامت کو تو خانہ عدل
میں پہلے ہی صفر لگا کر جزا اور سزا سے بری ہو کر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کی بنا پر شتر بے مہار کی
طرح آزاد ہو گئے۔ کہ جس شریعت اسلامی کی ترمیم تنسیخ بیباکانہ بازیچہ اطفال سمجھنے
لگے۔ قرآن کی اسقدر عزت افزائی کی کہ بجائے کتب سماوی کے بیاض عثمانی قرار
دیدی گئی۔ اب کیا تھا گھر کا قرآن ہو گیا۔ اسلام پر ہر طرح قابض ومتصرف ہو گئے۔ اب کسی
کی کیا مجال ہے جو باز پرس کر سکے اب جسطرح چاہیں کریں چنانچہ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ
کو مجسم اور مجبور قرار دیا۔ یعنی طوفان نوح پر اللہ تعالیٰ اتنا رویا کہ آنکھیں جوش کر آئیں۔
اور آنکھیں دکھنے آئیں۔ تو فرشتوں نے بیمار پرسی کی۔ اور عرش اس کے بیٹھنے
سے چرچراتا ہے اور عرش کے چاروں طرف چار چار انگل جسم باہر رہتا ہے۔ دیکھو ملل ونحل
اور فتاوی قاضی خان میں مرقوم ہے کہ بغرض حصول شفا آیہ قرآنی پیشاب وخون یا کسی نجس
شے سے لکھنا جائز ہے۔ یہ ہدایہ صفحہ ۴۶۰ پر مسطور ہے۔ اگر کوئی شخص دانستہ اپنی ماں
بہن۔ بیٹی یا کسی دیگر محرم شرعیہ سے نکاح کرے اور ایسی منکوحہ سے وطی کرے تو ایسے
شخص پر حد لازم نہیں آتی۔ اور کتے کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ دیکھو
شرح وقایہ۔ انسان اس کو پہنکر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور کتے کا چمڑا جامع ربع نجاست
غلیظہ میں ڈوبا ہوا ادائے نماز کیلئے جائز ہے۔ جیسا کہ قفال نے ایسے چمڑے کو پہنکر سلطان
محمود غزنوی کے روبرو نماز پڑھی تھی۔ اس واقعہ کو مرات الجنان اور وفیات الاعیان میں
دیکھو۔ یہ نماز مذہب امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ادا کی گئی۔ چونکہ یہ قصہ طویل ہے
اور بیحد مکروہ ہے اسلئے اس کے اعادہ سے اجتناب کرتا ہوں جس کو شوق ہو اصل

کتاب دیکھے۔ اور اپنی تسکین کرے۔ اور سور کی جبلی ہیں حلال جانور کا گوشت بھر کر
صرف میں لانا جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہے سور بھی کتے کی طرح امام صاحب کے نزدیک
نجس العین نہیں ہے۔ اور چلئے۔ حاشیہ شرح وقایہ سے ظاہر ہے کہ امام صاحب زن زانیہ
کی کمائی ہوئی خرچی کو اس عورت کیلئے حلال سمجھتے ہیں۔ اسی طرح فتاوی قاضی خان
اور کنز الدقائق سے ثابت ہے۔ کہ ایسا مرد جو خرچی دیکر کسی عورت سے زنا کرے تو اس پر
حد واجب نہیں ہوتی۔ اگر یہ اجتہاد امام صاحب کا درست ہے اور بازاری طوائفوں
سے آشنائی کرنے والے کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے تو بیچارے متعہ نے ہی کیا گناہ
گناہ کیا تھا جو امر منصوص ہونے پر بھی حرام کر دیا گیا۔ الغرض مذہب کیا ہے گویا عیاشی
کا کافی ذخیرہ ہے۔ کیونکہ فدک وغیرہ کی آمدنیوں سے پاکٹ پُر ہیں۔ اور عباسی سلطنت
کی وجہ سے قہر و غلبہ بھی حاصل ہے۔ اہلبیت نبوی کو زیر و زبر کر ہی ڈالا اب ہم ہی حاکم
ہم ہی مخدوم ہم ہی ناظم ہم ہی منظوم۔ اب ایک بالشت کی چوڑی تلوار جس طرح چاہیں گھمائیں
کسی کا کیا خوف و خطر ہے۔ اب کون ہے جو ہمارے فتووں پر لب کشائی کر سکے۔ حیف
اس اسلام پر صد افسوس اے اسلام تو نا آشناؤں کے نجس ہاتھوں میں گرفتار
ہو کر یوں پریشان ہوا۔ تیرے میزبانوں نے تیری مہمانی کا کچھ بھی احترام نہ کیا۔ مگر اے
اسلام کیا تو وہی اسلام ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم میثاق میں اپنے مقدس گروہ انبیاء
اور اوصیا علیہم السلام کے متبرک ہاتھوں میں امانت دیکر جملہ مخلوق کی شہادت کے
اقرار عہد لیا تھا۔ بخدا تو وہ اسلام نہیں بلکہ یہ اسلام نما کفر تیرے مد مقابل کوئی اور
مصنوعی اسلام ہے اگر تو وہ اسلام ہوتا تو خواہشات سے لبریز نہ ہوتا۔ کیونکہ اسلام
ہر قسم کے الزام سے بالاجماع بری ہے۔ اور اسلام ہم کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے

مقدس گروہ انبیاء علیہم السلام کے سپرد کر کے وہ الٰہی قطعوں کا خود ذمہ دار بنکر مومنین کے
پاک قلبوں میں امانت رکھ کر محفوظ کر دیا۔ لہٰذا تیرا فنا غیر ممکن ہے اگر تو محفوظ نہ ہوتا تو کچھ بھی
نہ ہوتا۔ کیونکہ اصل تو تیری بقا جاودانی کیلئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی کافی ہے۔ میرے
امین تیری بقا جاودانی کیلئے نہایت صدق اور استقلال کیساتھ اپنی قربانیاں کر چکے
بیشک اسلام بغیر اگر خدانخواستہ عالم موجودات سے نابود ہو جاتا تو آج اسلام تاکفر دکھائی دیتا
بسا تھا اور شیاسی کے لباس میں جگہ جگہ پھرتے نظر آتے۔ بیشک یہ نسخہ اسلام تو اللہ تعالیٰ
کی خاص رحمت کا ذریعہ ہے اور تیرے حاذق حکیم انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام ہیں۔
کہ جن کے متبرک ہاتھوں پر تو نے تکمیل پائی اور بیشک تو سلیم المزاجوں کے لئے موجب
رحمت اور امراض روحانی اور جسمانی کی شفاء ابدی کیلئے مجید اکسیر ثابت ہو چکا ہے۔ اور قسط
قلوبہم کے مریضوں نے نیم حکیم گندم نما جو فروشوں کے مطب کی ظاہری زیبائش اور اپنی
کج فہمی سے فریفتہ ہو کر دلا یزید الظالمین الا خسارا حاصل کیا۔ کاش اگر یہ مریض حاذق الملک
انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے سادہ مطب کے نسخہ اسلام سے صرف ایک ہی شجرہ طیبہ کے
مبارک کے پانچ جز لیکر یعنی اصل محمدؐ۔ جہال علیؑ۔ برگ فاطمہؑ۔ گل حسینؑ۔ ثمر حسنؑ کو کوزہ
غدیر خم میں آب آیہ مودۃ سے بھگو کر چادر تطہیر سے چھان کر شربت حدیث ثقلین کو القرآن
مع علی و علی مع القرآن کی طرح حل کر کے ان الذین آمنوا و عملوا الصلحٰت کا عامل بنکر حسن
عقیدت کیساتھ نوش کر کے باطنی زہر آلودہ اور ظاہری خوش ذائقہ بنی امیہ کی تمام اشیاء
سے پرہیز کرتا تو شربت طیبہ شفاء ابدی حاصل کرتا۔ مگر افسوس قست قلوبہم کے مریض نیم حکیم گندم نما جو
فروشوں کے فریب میں آکر اپنی شقاوت قلبی کے سبب حاذق الملک کے تجویز کردہ نسخہ
سے گریز کرتے ہیں۔ جسکی وجہ سے شفاء ابدی سے محروم ہیں۔ پس نیم حکیم اپنے مطلب کو

وز دغدغے کیغرض سے حاذق الملک کی تکذیب کرکے مریضوں کو دہوکا دیرہا ہے۔ اور مریض
اپنی شقاوت قلبی کے سبب شربت شیریں کو تلخ سمجھکر استعمال سے گریز کرتا ہے۔ پس
ظاہر ہے۔ مریض کا ذائقہ تلخ ہے۔ جس کے سبب شربت شیریں کو تلخ تبلارہا ہے۔ اور اگر
مان لیا جائے تلخ ہی ہے۔ مگر داناؤں کے تجربہ سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ تلخ دوا میں بھی
صحت ہوتی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ امام حسین اور انصار امام حسین نے تلواروں کے
سایہ میں شفا ابدی حاصل کی ہے۔ حالانکہ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس
والثمرات کے ناقابل برداشت حملہ برداشت کئے۔ سچ ہے سہ

نصیحت کہ خالی بود از غرض ✤ چو داروئے تلخ است دفع مرض

ظریف احمد۔ ان کل سوالات کا یہ کیا جواب دیتے ہیں۔

احمد حسن۔ بھائی حق کا جواب نہیں ضد اور ہٹ دہرمی کا کچھ علاج نہیں۔ صدہا محقق
سنیوں نے شیعہ بنکر اکثر مناظرے لکھے مگر آجتک کافی جواب ندارد چنانچہ تجربہ شاہد ہے۔
بجز اسکے ان کے پاس کچھ جواب نہیں کہ یہ تو رافضی ہو گیا۔ اور یہ حق کا جواب نہیں۔
بلکہ دیوانہ کی بڑ ہے غور فرمائے کہ کشتی اسلام کسقدر بحر ارتداد کے تلاطم عظیم میں رہی۔
اور ہے۔ کہ جس کیوجہ سے فضائل آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی بقا غیر ممکن تھی۔ مگر انہی
کی کتب میں باقی ہیں۔ اور ایسی مخدوش حالت میں یہ بقا اگر اعجاز آئمہ معصومین علیہم السلام
نہیں تو اور کیا ہے۔

ظریف احمد۔ بھائی صاحب میری تسکین کافی ہو گئی۔ اس لئے سابق مذہب
سنی حنفی کو خیرباد کہہ کر مذہب حقہ اثنا عشری صدق دل سے قبول کرتا ہوں۔

احمد حسن۔ بھائی اصول مذہب حقہ کے پابند بغرض تقیہ صدق دل سے رہو۔

ایک دم اظہار مت کرو۔ ورنہ مخالفین آئمہ اہل بیت علیہم السلام درپے آزار ہو جائینگے۔ سوچ سمجھ کر اظہار کیجیو۔ مجھ پر یہ آفتیں گذر چکی ہیں۔ کہیں آپ کی ملازمت پر اثر نہ پڑجائے۔

ظریف احمد۔ خوب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ درپے آزار کس لئے ہونگے میں نے کسی کا کچھ برا کیا ہے۔

احمد حسن۔ اور اس سے زیادہ کیا برا کروگے ان کے بزرگوں کی تقلید سے منحرف ہوگئے۔

ظریف احمد۔ جب حق و باطل کا واضح طور پر امتیاز ہوچکا۔ پھر اگر میں حق چھوڑ کر باطل کا پابند رہوں تو میری ضد اور ہٹ دھرمی پر محمول ہوگا۔ نہ کہ حق پسندی پر اور اس ضد کا جواب جلاس الہی میں کیا دونگا۔

احمد حسن۔ بیشک حق پسندی کا تو مقتضا یہی ہے۔ مگر وہ اپنے خیال میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے بجائے اپنے بزرگوں کی اطاعت کو حق سمجھتے ہیں اور اسی پر دوسروں کو مجبور کرتے ہیں۔

ظریف احمد۔ خواہ کوئی حق کو ناحق اپنی شقاوت قلبی کے سبب سمجھے یا کہے مگر جب بالاتفاق آیہ مباہلہ اور آیہ تطہیر کی تفسیر سے اہل بیت نبوی کی شناخت ہوگئی۔ اور آیہ مودۃ اور حدیث ثقلین کے تحت میں اہل بیت نبوی کی محبت اور اطاعت واجب ہے۔ اور غدیر خم وغیرہ پر پیغمبر خدا نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بلا فصل قرار دیدے۔ تو پھر یہ فرمائے قران مجید کی مخالفت کرنے والا مسلمان ہے یا کافر۔

احمد حسن ۔ بے شک قرآن مجید کا منکر کافر ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محمدؐ اور آل محمدؐ کی محبت پر استقامت بخشے ۔ آپ کے قبول حق سے احقر کو ازحد مسرت ہوئی ۔

ظریف احمد ۔ جناب صوفی ضمیر حسن صاحب آپ بھی چونکہ ہمارے ہم جلیس ہیں اور قریب قریب میری اور چودھری صاحب کی تمام گفتگو آپ کے گوش گذار ہو چکی ۔ اب آپ کی کیا رائے ہے ۔

ضمیر حسن ۔ بھائی صاحب چودھری صاحب کی محققانہ گفتگو میں کیا کلام ہے بے شک آل محمدؐ جملہ صفات میں لاثانی ہیں ۔ اور انہی کی محبت واطاعت پر فلاح دارین منحصر ہے ۔

احمد حسن ۔ الحمد اللہ جناب صوفی صاحب آپ کی اس صدق مقال صلہ اللہ تعالیٰ بتصدق محمدؐ آل محمدؐ عطا فرمائے ۔ آئیے بغلگیر باہم ملکر درود شریف کے نعرے بلند کیجئے ۔ اللّٰھم صلِ علیٰ محمدٍ و آل محمدؐ ۔

ظریف احمد ۔ اکثر حضرات اہل سنت کا یہ بھی اعتراض ہے ۔ کہ شیعہ مصنوعی سنی کے نام اکثر مناظرے تالیف کرا کر دھوکہ دیتے ہیں ۔ اس لئے ہم نیبول کا پورا ایڈرس درج ذیل کرنا چاہئے ۔ تاکہ یہ شک رفع ہو جائے ۔

احمد حسن ۔ بہتر ۔

احقر الکونین احمد حسن خلف اکبر علی نمبردار قوم گوجر ساکن قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور سابق سنی ۔

ماسٹر شیخ ظریف احمد خلف الصدق محمد حنیف صاحب مرحوم ۔ ساکن قصبہ

کرانہ ضلع مظفر نگر سابق سنّی۔

صوفی شیخ ضمیر حسن ساکن قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر۔ سابق سنی۔ حال شیعہ اثنا عشری

اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلّم وصلّ علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ ملائکتہ المقربین وعلیٰ جمیع عباد اللّٰہ الصّالحین۔